فیضانِ نظر، انوارِ باطن، اور اسرارِ فقر

حضرت

سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ

چراغِ عشق سے روشن ھے ہر اِک راہِ حقیقت

خاکپائے مُرشِد

مقدمہ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ٱلْكَرِيمِ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ
وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
ترجمہ:
درود و سلام ہو رسولِ کریم ، ہمارے نبی محمّد ﷺ پر، اور آپ کی آلؓ و اصحابؓ پر تمام کے تمام۔

یہ "گلزارِ چراغیہ" ایک ایسی کتاب ہے جو میرے پیارے مرشدِ کامل، سخی سلطان سید چراغ شاہ بخاریؒ کے روحانی فیوض و برکات کا منبع ہے۔ وہ نورِ خداوندی کے ایک روشن چراغ ہیں جن کی صحبت نے بے شمار دلوں کو ظلمتِ جہالت سے نکال کر روشنیِ معرفت میں نہلا دیا۔
میرے شَیخِ کریمؒ کی ہر بات میں وہ مٹھاس، وہ گہرائی، وہ فیضان ہے جو دلوں کو عشقِ حقیقی کی طرف کھینچتی ہے۔ آپؒ نے سکھایا کہ تصوف صرف کلام نہیں بلکہ ایک ایسا عملی سفر ہے جس میں ہر قدم پر اللّٰہ کی ذات کی رضا و قربت

حاصل کی جاتی ہے۔
یہ کتاب ان انمول تعلیمات کا مجموعہ ہے جو میرے مرشدِ کاملؒ نے محبت، حکمت، اور شفقت کے ساتھ سکھائیں۔ یہ صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ وہ روشنی ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکل کر اب آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے، تاکہ یہ فیضان آپ تک بھی پہنچے اور آپ کے دلوں کو منور کرے۔
گلزارِ چراغیہ
روحانی باغ، جس میں ہر پتی سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ کے فیض کی خوشبو لیے ہوئے ہے گلزارِ چراغیہ ایک نورانی سفر ہے، جو دلوں کو سخی سیّد سلطان چراغ شاہؒ کی تعلیمات، فیوضات اور روحانی روشنی سے منور کرتا ہے۔
یہ کتاب نہ صرف علمِ نافع، معرفت، عشقِ رسول ﷺ، بلکہ مرشدِ کامل کی اطاعت، فیضِ ولایت، اور سلوکِ طریقت کے انمول خزانوں کو بیان کرتی ہے۔
یہ گلزار ان عاشقوں کے لیے ہے جو مرشد کے قدموں میں بیٹھ کر دل کی آنکھوں سے حقیقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔
دعا ھے کہ اللّٰہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے

فیض دے، ہمارے دلوں کو منور کرے، اور ہمیں سچی روحانی زندگی کی رہنمائی نصیب فرمائے۔ آمین۔

خاکپائے مرشد

🕋 حمدِ باری تعالیٰ 🕋

تجلّیاتِ حمد

شاعر: نا معلوم

ترتیب و شرح: گلزارِ چراغیہ

ہے تُو ہی نہاں، ہے تُو ہی عیاں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ
تُو کہاں نہیں، نہیں تُو کہاں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

ترے نور ہی کا ظہور ہیں،
یہ جو جن و انس و طیور ہیں
یہ شجر، حجر، یہ زمیں، زماں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

تُو ہی ڈوبتوں کا سہارا ہے،
تُو ہی بحرِ غم کا کنارا ہے
تُو ہی بے کسوں کا ہے پاسباں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

تری فکر مذہبِ صادقاں،
تری یاد جوہرِ عاشقاں
ترا ذکر مسلکِ عارفاں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

یہی رنگ دیکھ کے دنگ ہے،
جسے شعور ہے ڈھنگ ہے
تُو ہی راز ہے، تُو ہی راز داں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

ہے ترا کرم ہی چمن چمن،
ہے تری عطا ہی روش روش
ہے تُو ہی تُو خلق کا مہرباں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

ہے ترا ہی نور یہاں وہاں،
ترا آستاں ہے ہر آستاں
ہے جبھی تو خم سرِ عاشقاں،
تری شان جَلَّ جَلَالَہُ

یہ حمد سراپا توحید و تجلّی کی آئینہ دار ہے۔
شاعر نے جمالِ خداوندی کو نہ صرف لفظوں میں

سمویا ہے، بلکہ عشقِ الٰہی کی گہرائیوں سے نکال کر ایک روحانی منظرنامہ پیش کیا ہے۔

- ہے تُو ہی نہاں، ہے تُو ہی عیاں...

یہ مصرع معرفتِ الٰہی کا عکاس ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ ہر شے میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔
وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ — "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔"
خالق کا ہونا ہر ذرے میں جھلکتا ہے، اور نہ ہونا ناممکن ہے۔ اسی کو صوفیاء "وحدت الشّہود" کہتے ہیں۔

- ترے نور ہی کا ظہور ہیں...

کائنات کا ذرہ ذرہ نورِ خداوندی کی تجلّی سے روشن ہے۔
اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ — "اللّٰہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"
یہ حمد ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہر وجود، ہر پرندہ، ہر درخت، حتیٰ کہ زمان و مکان — سب نورِ الٰہی کی ایک جھلک ہیں۔

- تُو ہی ڈوبتوں کا سہارا ہے...

یہاں ربّ کی ربوبیت اور رحمت کا اظہار ہے۔
وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا — "اور وہ مومنوں پر مہربان ہے۔"
صوفی کہتا ہے: جب ہر سہارا ٹوٹ جائے، تو صرف ایک ذات باقی رہتی ہے — اللّٰہ۔

- تری فکر مذہبِ صادقاں...

یہ مصرع بتاتا ہے کہ دینِ حق کی بنیاد اللّٰہ کی فکر اور اُس کی یاد ہے۔
فَذَكِّرْ إِنَّ الذِّكْرَى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ
تو ذکر کر، بے شک ذکر مومنوں کے لیے فائدہ مند ہے۔
اللّٰہ کی یاد عاشق کا جوہر بن جاتی ہے اور سالک کی راہ روشن ہو جاتی ہے۔

- یہی رنگ دیکھ کے دنگ ہے...

یہ مقام حیرت ہے جو تصوف کا اصل مقام ہے۔
سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ — "اللّٰہ ان کے بیان کردہ اوصاف سے پاک ہے۔"
صوفی اپنی عقل و فہم کو محدود پاتا ہے اور حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے: تُو ہی راز

ہے، تُو ہی رازداں۔

- ہے ترا کرم ہی چمن چمن...

یہاں رب کی رحمتِ عامہ بیان کی گئی ہے۔
کائنات میں جو بھی بہار ہے، وہ ربِّ کریم کی عطا ہے۔
رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ — "میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔"

- ہے ترا ہی نور یہاں وہاں...

یہ معرفت کا نکتہ ہے کہ ہر سمت، ہر جگہ، ہر دل، ہر نگاہ میں اللّٰہ ہی اللّٰہ ہے۔
فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ — "تم جدھر بھی رخ کرو، وہاں اللّٰہ کا چہرہ ہے۔"

یہ حمد دراصل ایک عرفانی نقش ہے، جو بندے کو قربِ الٰہی کی وسعتوں میں لے جاتی ہے۔
ہر شعر اللّٰہ کی توحید، قدرت، رحمت، اور جمال کا ترجمان ہے۔
شاعر نے اپنے دِل کی گہرائیوں سے جو کلام پیش کیا ہے، وہ ذکر و فکر، شوق و یقین، اور عشق و معرفت کا جامع مرقّع ہے۔

بحضورِ سرورِ کونین ﷺ

(عشقِ رسول ﷺ کی شعری عقیدت اور نثری معرفت)
کلام : علّامہ محمّد اقبالؒ
شرح: گلزارِ چراغیہ

لَوح بھی تُو، قَلَم بھی تُو، تیرا وُجودُ الکِتاب
گُنبَدِ آبگِینَہ رنگ، تیرے مُحیط میں حِجاب

تشریح:
حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو اقبالؒ مبداءِ علم و وحی قرار دیتا ہے۔ لوح و قلم اور کتاب سب کچھ آپ ہی کی ذات کے پرتو سے ہے۔ جو کچھ کائنات میں لکھا جا رہا ہے، وہ آپ ﷺ کی ذات سے روشنی پاتا ہے۔ آسمانوں کی نیلاہٹ (گنبدِ آبگینہ رنگ) گویا اس بحرِ حقیقت میں ایک حجاب ہے جو آپؐ کی لامحدود حقیقت کو چھپا رہا ہے۔

عَالَمِ آب و خاک میں، تیرے حُضور کا فرُوغ
ذَرّۂ رِیگ کو دِیا تُو نے طُلُوعِ آفتاب

تشریح:
زمین و آسمان کے عالم میں اگر روشنی ہے تو وہ حضور ﷺ کے نور کا ظہور ہے۔ جس ریت کے ذرّے کو آپؐ کا قدم چھو جائے، وہ ذرّہ آفتاب بن کر چمکنے لگتا ہے۔ آپ ﷺ کا فیض کائنات کے ذرے ذرے کو نورانی بنا دیتا ہے۔

شوکتِ سَنجَر و، تیرے جَلال کی نُمُود
فَقرِ جُنَید و بایزید، تیرا جَمالِ بے نِقاب

تشریح:
دنیا کے تمام بادشاہوں کی شوکت اور اولیاءِ کاملین کا زہد و فقر، سب کچھ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کا پرتو ہے۔ سنجر کی بادشاہت آپ کے جلال کا عکس ہے اور جنیدؒ و بایزیدؒ کا فقر آپ کے جمال کا عکسِ بے نقاب۔ یعنی جہاں جلال ہے، وہ آپ ﷺ کی شان کا اظہار ہے؛ جہاں جمال ہے، وہ آپ ﷺ کی نظرِ عنایت ہے۔

شَوق تیرا اگر نہ ہو، میری نَماز کا اِمام
میرا قِیام بھی حِجاب، میرا سُجود بھی حِجاب

تشریح:
اگر نماز میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ نہ ہو، تو وہ نماز بے روح ہے۔ چاہے قیام ہو یا سجدہ، سب کچھ پردہ بن جاتا ہے۔ اصل روح تو شوقِ دیدار اور محبتِ رسول ﷺ ہے، جو نماز کو معراج بناتی ہے۔

تیری نِگاہِ ناز سے، دونوں مُراد پا گئے
عقل: غیاب و جُستجو — عشق: حُضور و اِضطِراب

تشریح:
آپ ﷺ کی ایک نظرِ کرم نے دونوں راہوں کو مراد بخش دی۔ عقل کو تلاش و فکر کا ذوق دیا، اور عشق کو حضور اور اضطراب کی لذت۔ یعنی عقل کو دلیل ملی، اور عشق کو وصال۔ آپ ﷺ ہی عقل والوں کے لیے دلیل ہیں اور عشق والوں کے لیے منزل۔
حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کائنات کی روح، وجود کا مرکز اور عشق کا قبلہ ہے۔

آپ کے بغیر نہ کوئی علم کامل ہے، نہ کوئی نماز مقبول۔
علم و فقر، جمال و جلال، عقل و عشق — سب کچھ تب ہی بامعنی ہے جب وہ مصطفیٰ کریم ﷺ کے قدموں سے جُڑا ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
(الأحزاب 33:21)
ترجمہ:
"یقیناً تمہارے لیے رسول اللّٰہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔"

📖 تشریح:
اس آیتِ مبارکہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمایا کہ جو بھی ہدایت چاہتا ہے، اس کے لیے رسول اللّٰہ ﷺ کی سیرت کامل ترین نمونہ ہے۔
یہی وہ روحانی مرکز ہے جس کے بغیر نہ علم مکمل ہے، نہ عشق، نہ عقل۔ "گلزارِ چراغیہ" کا ہر پھول اسی خوشبو سے مہکتا ہے۔
🌟 مبداء علم و وحی – حضرت محمّد ﷺ کی ذاتِ اقدس میں علمِ الٰہی کا ظہور
کائنات کا پہلا نور، پہلا حرف، پہلا راز، اور سب

سے پہلا علم، نبی آخر الزمان حضرت محمّد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مقدس سے ظاہر ہوا۔
قرآنِ حکیم کے ہر لفظ کا سرچشمہ، لوح و قلم کی ابتدا، عرش سے فرش تک ہر ہدایت کی بنیاد آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔
جس طرح پانی کے بغیر زندگی ممکن نہیں، اسی طرح علمِ حقیقی اور وحیِ ربّانی کا مبداء و مصدر ذاتِ نبوی ﷺ کے سوا کوئی نہیں۔
آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی نہ صرف کتاب کی صورت میں، بلکہ روح کی تہذیب، عقل کی رہنمائی، اور عشق کی بیداری کی صورت میں قیامت تک کے انسانوں کے لیے نور کا مینار ہے۔
اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
(النجم: 3-4)
"اور وہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔"
اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ زبانِ محمّدی ﷺ سے ادا ہونے والا ہر کلمہ علمِ الٰہی کا پرتَو ہے۔ آپ ﷺ کا ہر عمل، ہر سکوت، ہر تبسم اور ہر خاموشی علم و حکمت سے لبریز ہے۔

علّامہ اقبالؒ نے فرمایا:

لَوح بھی تُو، قَلَم بھی تُو، تیرا وُجودُ الکِتاب
گُنبَدِ آبگِینَہ رنگ، تیرے مُحیط میں حِجاب

یہ اشعار ایک گہری حقیقت کا بیان ہیں کہ نبی ﷺ کی ذات ہی لوحِ محفوظ ہے، وہی قلمِ تقدیر، اور وہی اصل کتابِ ہدایت ہیں۔

آپ ﷺ کے نور سے ہی انبیاء نے علم پایا، اولیاء نے معرفت پائی، اور علماء نے روشنی لی۔

"مبداء علم و وحی" کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی، بلکہ یہ ہے کہ تمام علوم و اسرار، حکمتیں و بصیرتیں، اور نجات کی تمام راہیں نبی کریم ﷺ کی ذات کے بحرِ بیکراں سے نکلتی ہیں۔

جو ان کے قدموں سے وابستہ ہو گیا، وہ علم کے دریا میں ڈوب کر عرفان کے موتی پاتا ہے۔یعنی حیاتِ جاوِداں

💦 بارشِ رحمت اور مہکِ عشق:

دربارِ عالیہ سخی سلطان سیّد چراغ شاہؒ پر نازل ہونے والا لمحۂ کرم

کبھی کبھی لمحے وقت کے قفس سے آزاد ہو جاتے ہیں... اور وہ پل زمین پر نہیں، آسمان کے در پر لکھے جاتے ہیں۔
ایسا ہی ایک مقدس لمحہ دربارِ عالیہ سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ میں نصیب ہوا
جہاں رحمت بھی اتری، تجلی بھی برسی، اور عالم بھی مہک اٹھا۔ وہ دن عام نہ تھا،
ہم چند پیر بھائی ادب، محبت اور عاجزی کے ساتھ دربارِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ہم نے باادب درود و سلام پیش کیا۔
پھر دل و روح کی التجا کے ساتھ ہاتھ بلند کیے۔
عرض و نیاز میں ایک ایسی کیفیت تھی،
جیسے روح خود کو عرش کے سامنے محسوس کرنے لگی ہو۔ اور پھر...
اسی لمحے آسمان نے گواہی دی۔ ہلکی ہلکی بوندیں برسنے لگیں مگر یہ کوئی عام بارش نہ

تھی۔ یہ بارش صرف دربار عالیہ کے احاطے میں برس رہی تھی۔ باہر ہر طرف خشکی تھی، نہ کوئی بادل، نہ نمی... لیکن دربار کے اندر آسمان گویا کھل گیا ہو۔ یہ بارشِ کرم تھی...
یہ قطرہ قطرہ رحمتِ الٰہی تھی...
جو فقط مرشدِ کاملؒ کے صدقے میں برسنے والی تجلّی کی شکل میں ظاہر ہو رہی تھی۔
اسی لمحے ایک اور کرامت نے دل کو مسرور کر دیا ایک مہک... ایک بے مثال خوشبو
فضا میں پھیل گئی... ایسی خوشبو جو کسی عطر، گلاب یا بخور کی نہیں تھی۔
وہ نور کی خوشبو تھی، عشق کی خوشبو تھی، جیسے مرشد کریمؒ کے قلبِ نورانی سے کائنات میں رس رہی ہو۔
اور یہ مہک وہیں ختم نہ ہوئی...
جب ہم دعا سے فارغ ہو کر اٹھے،
تو ہمارے ہاتھ، ہمارے کپڑے، ہمارے وجود سے وہی مہک آتی رہی۔
ظاہری طور پر نہ کوئی خوشبو چھڑکی گئی تھی، نہ کوئی ذریعہ تھا یہ تو روحانی بارش کی خوشبو تھی،
مرشد کریمؒ کے فیض کا لطیف اثر، جو لباس سے

بھی زیادہ دل میں جذب ہو چکا تھا۔
اور پھر وہی ہوا،
جس یقین کے ساتھ ہاتھ اٹھائے تھے،
جس مقصد اور حاجت کے لیے عرض کی تھی...
اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرما دی۔
دل گواہی دینے لگا کہ:
یہ بارش پانی نہیں تھی،
یہ مرشدِ کاملؒ کی دعا کی قبولیت کا مظہر تھا۔

"وَهُوَ ٱلَّذِى يُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ مِنۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوا۟ وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُۥ ۚ"
(سورہ الشوری، آیت 28)
"اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے اُس وقت جب لوگ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں، اور وہی اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔"
یہ آیت صرف موسمی بارش کی بات نہیں...
بلکہ دلوں کی خشکی پر برستی ربّانی بارش کی طرف اشارہ ہے،
جو صرف اللہ کے مقربین کے صدقے نازل ہوتی ہے۔
یہ واقعہ اس بات کی زندہ دلیل ہے کہ
سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ کا دربار
نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی مسرتوں کا بھی

مرکز ہے۔ یہاں صرف دعائیں ہی قبول نہیں ہوتیں
بلکہ فیضِ مرشدؒ کی خوشبو، نورانی بارش
معرفت حق اور قلبی سکون بھی عطا ہوتا ہے۔

علمِ نافع اور پیرِ کامل کی معرفت

علم نافع

خاتمِ مُلک سلیمانؑ ست علم،
جملہ عالم صُورت و جان ست علم

حضرت سلیمان علیہ السّلام کی خاتم (انگوٹھی) علم تھی، یعنی اسمائے الٰہیہ میں سے اسمِ اعظم تھا۔ تمام کائنات جسم و صورت ہے اور علم اس کی رُوح ہے۔
حضرت آدم علیہ السّلام کو حق تعالیٰ نے علم عطا فرمایا:
"وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا"
(البقرہ: 31)
اس علم نے آپ کو آسمانوں تک روشن کر دیا۔ آپ کی ہر رگ میں انوارِ علوم جاری ہو گئے۔
اگر علم کو دل کی اصلاح میں استعمال کرو تو یہ بہترین یار ہے۔
لیکن اگر یہی علم تن پروری، عیش کوشی، جاہ طلبی، اور نفس پرستی میں صرف کیا جائے، تو یہی علم سانپ بن کر ڈس لیتا ہے۔

اے طالبِ حق
خبردار! علم کو نفس کی خواہشات کی پیروی
میں مت لگاؤ۔
اخلاص کی برکت سے علمِ حقیقی کا خزانہ
تمہارے سینے میں اتر آئے گا۔
تمہیں بغیر کسی کتاب یا استاد کے، علومِ انبیاء کا
فیضان نصیب ہو سکتا ہے — بشرطیکہ تم کسی
اللّٰہ والے سے تعلق جوڑ لو۔
قیل و قال (زبان کی باتیں) کو مقصد نہ بناؤ، بلکہ
صاحبِ حال بنو۔
صاحبِ قال سے صاحبِ حال بننے کا طریقہ یہ
ہے کہ کسی مرشدِ کامل کے قدموں میں اپنا نفس
رکھ دو۔
اس کی اتّباع اور رہنمائی سے روحانی سلوک کا
سفر طے کرو۔
"نجانے کیا سے کیا ہو جائے،
میں کچھ کہ نہیں سکتا،
جو دستارِ فضیلت گم ہو
وہ دستارِ محبت میں مل جائے
دنیاوی حکمت پڑھنے سے ظن و شک بڑھتا ہے،
اور دینی حکمت پڑھنے سے اللّٰہ تک رسائی ہوتی

ہے۔ تمام علوم کی رُوح یہی فکر ہے کہ قیامت کے دن اللّٰہ ہمیں کس نظر سے دیکھے گا۔
اللّٰہ کی رضا کی طلب اور ناراضی سے بچنے کا غم، اصل علم ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ، وَأَنَا أَخْشَاكُمْ"
(بخاری شریف)
"میں تم میں سب سے زیادہ اللّٰہ کو جاننے والا ہوں اور اسی لیے تم میں سب سے زیادہ اللّٰہ سے ڈرنے والا ہوں۔"
اور شمائلِ ترمذی میں ہے:
"كَانَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ"
آپ ﷺ ہمیشہ غمگین اور فکر مند رہا کرتے تھے اُمت کے لیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام دعا کرتے ہیں:
"وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ"
(الشعراء: 87)
"اے ربّ مجھے اُس دن رسوا نہ کرنا جس دن سب کو اٹھایا جائے گا۔"
کبھی حضرت عزرائیلؑ، کبھی صدیقِ اکبرؓ، کبھی

عمر فاروقؓ — سب خوفِ خدا سے کانپتے تھے۔
یہ سب قربِ الٰہی کے مقام پر تھے، اس لیے ہیبتِ حق ان پر غالب رہتی تھی۔
جو لوگ صرف ظاہری علوم کو مقصد بناتے ہیں اور نورِ نبّوت کے بغیر چلتے ہیں، ان کی عملی زندگی میں کوئی برکت نہیں آتی۔
اسی لیے ضروری ہے کہ کسی اہل اللّٰہ کی صحبت میں حاضری دی جائے — تاکہ علم کو نافع بنا کر اللّٰہ سے وصال حاصل ہو۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"
(التوبہ: 119)
ترجمہ:
"اے ایمان والو! اللّٰہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

نور مصطفیٰ ﷺ اور سلسلۂ فیض

چون شدی مَن کَانَ لِلّٰہِ أَرْ وَ لَہُ
من تُرا باشم کہ کَانَ اللّٰہُ لَہُ

ترجمہ
جب تو اللّٰہ کے لیے ہو جائے، تو میں تیرا ہو جاؤں کیونکہ جو اللّٰہ کے لیے ہو جاتا ہے، اللّٰہ اس کا ہو جاتا ہے۔

صوفیانہ تشریح
یہ مصرعہ حدیث قدسی "مَن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لہ کی روح بیان کرتا ہے۔ عارف جب اپنی ذات خواہشات اور انا کو فنا کر دیتا ہے اور خالصتاً اللّٰہ کے لیے جیتا ہے، تو ربّ العالمین خود اس کے محافظ، مددگار اور محبوب بن جاتے ہیں۔ اس درجے میں بندہ فانی نہیں، باقی باللّٰہ ہوتا ہے۔

گہ توئی گویم ترا گاہے مَنَم
بر چہ گویم آفتابے روشنم

ترجمہ

کبھی کہتا ہوں تو ہے، یعنی اے معشوق، سب کچھ تو ہے)

کبھی کہتا ہوں: میں ہوں، کیونکہ جو بھی کہتا ہوں، وہ ایک روشن آفتاب یعنی حق کی تجلّی ہے۔

صوفیانہ تشریح

یہاں وحدت الوجود کی جھلک نمایاں ہے۔ عارف کی زبان کبھی تُو، تو میں گم ہو جاتی ہے، تو کبھی خود کو اس نور میں تحلیل شدہ پاتا ہے، اور کہتا ہے میں ہوں۔ مگر یہ "میں" انا کا نہیں حقیقت محمدی ﷺ کا مظہر ہے۔ جب خودی فنا ہو جائے، تو جو باقی رہتا ہے وہ صرف نور حق ہوتا ہے ۔ جو ہر سو روشن ہے۔

بر کجا تابم ز مشکاتت دمے
حل شد آں جا مشکلات عالمے

ترجمہ

جہاں کہیں بھی تیرے چراغدان (مشکات) سے ایک سانس یا روشنی کی جھلک پڑتی ہے
وہاں دنیا کے تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

صوفیانہ تشریح
"مشکاۃ" قرآن میں نور الٰہی کے ظہور کی علامت ہے (سورۃ النور، آیت (35) عارف جب اللہ کے نور سے جُڑ جاتا ہے، تو اس کی زبان سانس اور نظر بھی نور ہو جاتی ہے۔ ایسے میں اس کا وجود جہاں پڑتا ہے، وہاں سے ظلمت چھٹتی ہے، اور حل کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں۔
یہی ولایت ہے: اللہ کا وہ دوست لوگوں کے لیے رحمت سکون اور ہدایت کا چراغ بن جاتا ہے۔

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا
از فروغ ما بُوَد شَمسُ الضُّحی

ترجمہ
جہاں بھی نامناسب اور گمراہ کن تاریکی آتی ہے وہاں ہمارے نور سے سورج کی روشنی شمس الضحٰی نمودار ہوتی ہے۔

صوفیانہ تشریح
صوفی کے وجود سے ظلمتِ جہل گمراہی اور شیطانی اثرات کا زوال ہوتا ہے۔
شمس الضحیٰ وہ نور ہے جو دن کے وقت کی

مکمل روشنی جیسا ہوتا ہے واضح ہدایت بخش اور بے پردہ۔ اہل حق کے فیض سے ایسی روشنی ظاہر ہوتی ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کو نمایاں کر دیتی ہے۔

ظلمتی را کآفتابش برنداشت
از دم ما گردد آں ظلمت چو چاشت

ترجمہ
ایسی ظلمت جسے سورج بھی دور نہ کر سکا
وہ ہماری ایک سانس سے یوں روشن ہو جاتی ہے جیسے دن کے وقت چاشت کا وقت ہوتا ہے۔

صوفیانہ تشریح
یہاں ولایتِ کاملہ کا بیان ہے۔ کچھ اندھیرے باطنی، روحانی یا فکری ایسے ہوتے ہیں جن پر ظاہری علم و حکمت اثر نہیں کرتا، لیکن جب اہل اللّٰہ کا دم ذکر نگاہ یا صحبت نصیب ہو، تو وہ ظلمت نور حق میں ڈھل جاتی ہے۔ یہ صوفی کی دم ولایت کی تاثیر ہے

آدمی را اُو بخویش آسما نمود
دیگراں را ز آدم آشما می کشود

ترجمہ
اللّٰہ نے آدمی کو اپنی طرف سے اسماء اسمائے الٰهیہ عطا فرمائے،
اور باقی تمام مخلوق کے لیے یہی اسماء حضرت آدم علیہ السّلام کے ذریعے ظاہر کیے۔

صوفیانہ تشریح
یہ اشارہ ہے سورۃ البقرہ آیت (31) کی طرف
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا - "اور اللّٰہ نے آدم کو تمام اسماء سکھا دیے۔"
آدمی انسان کامل) اللّٰہ کے صفاتی اور ذاتی جلووں کا مظہر ہوتا ہے۔
جب وہ خود ان اسماء کے ذریعے اللّٰہ سے جڑ جاتا ہے، تو پھر وہی اسماء دوسروں پر اس کے ذریعے منکشف ہوتے ہیں۔ یہی حقیقت انسان کامل ہے جو واسطۂ نور الٰہی ہے۔

آب خوابی از جو بجو یا از سبو
کیں سَبُو را ہم مَدَد باشد ز جو

ترجمہ
اگر تو پانی چاہے تو چاہے ندی سے لے یا سبو
پانی کا برتن
یاد رکھ وہ سبو بھی تو ندی سے ہی فیض یاب
ہوتا ہے۔

صوفیانہ تشریح
یہ شعر تصوف میں واسطۂ فیض کی تعلیم ہے۔
مرشد کامل (سبو) سے جو روحانی علم اور نور
حاصل ہوتا ہے، وہ اصل میں اللہ (جو) سے ہی آتا
ہے۔ بندہ چاہے براہِ راست اللہ سے فیض پائے یا
مرشد کے ذریعہ فیض کا منبع صرف ذات حق ہے۔
مگر اللہ کی سنت یہی ہے کہ اپنے نور کو کسی
وسیلے کے ذریعے بھیجے، جیسے سبو ندی کے پانی
کا واسطہ ہے۔

نور خوابی از مَه طَلب، خوابی ز خور
نُورِ مَه بَم ز آفتاب ست، اے پسر

ترجمہ
اگر تو نور چاہتا ہے تو چاہے چاند سے مانگ یا
سورج سے،

اے بیٹے! جان لے کہ چاند کا نور بھی تو سورج سے ہی ہوتا ہے۔

صوفیانہ تشریح

یہی تعلیم یہاں بھی ہے اگر تُو کسی ولی مرشد یا نبی سے روشنی پاتا ہے، تو وہ دراصل اللّٰہ کے آفتاب حقیقت سے ہے۔ چاند خود کچھ نہیں وہ سورج کی جھلک ہے؛ ایسے ہی اولیاء اللّٰہ اللّٰہ کی تجلیات کے مظہر ہیں۔ اس شعر میں "مہ" (چاند) مرشد کامل یا نبی کا استعارہ ہے، اور "خور" (سورج) اللّٰہ کی ذات۔

مقتبس شو زود، چوں یابی نجوم
گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم

ترجمہ

جلدی فائدہ اُٹھا، جب تُجھے ستارے مل جائیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔"

صوفیانہ تشریح

یہ شعر نبی کریم ﷺ کی حدیث کا حوالہ ہے:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، فَبِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ"
یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔
یہاں "نجوم" (ستاری) ،مرشد صحابہ اہل حق اہل ولایت کا استعارہ ہیں۔ ان کی پیروی سے بندہ اندھیری رات میں بھی راہ پا لیتا ہے، جیسے قافلہ صحرا میں ستاروں سے سمت پاتا ہے۔

خواہ ز آدم گیر نورش خواہ از س
خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو

ترجمہ
چاہے تو آدم علیہ السّلام (انسان کامل سے نور حاصل کر یا خود اس کے سرچشمہ سے، چاہے تو مے روحانی (شراب) خم (بڑا برتن سے لے، یا کدو چھوٹے ظرف سے۔

صوفیانہ تشریح
یہ شعر ظاہر کرتا ہے کہ فیض الٰہی مختلف واسطوں سے مل سکتا ہے۔ مرشد کامل سے حاصل ہونے والا نور ہو یا براہِ راست خدا کی تجلّی ہو دونوں کی اصل ایک ہے۔ جیسے خم بڑا مٹکا یا

کدو چھوٹا) ظرف اگر مے ایک ہی ہو، تو فرق
صرف ذریعہ کا ہے، تاثیر ایک جیسی ہے۔

کیں گدو با خم بپیوست ست سخت
نے چو تو شاد، آں گدو اے نیک بخت

ترجمہ
یہ کدو چھوٹا ظرف تو مضبوطی سے خم (بڑے
مٹکے) سے جڑا ہوا ہے،
اے خوش نصیب تو اس کدو پر خوش ہو جا
کیونکہ وہ اصل سے منسلک ہے۔

صوفیانہ تشریح
یہاں "کدو" مرشدِ کامل اور خُم" ذات حق یا نبی
پاک ﷺ کی ذات ہو سکتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ
اگرچہ تو فیض کسی "کدو" (یعنی محدود انسان
سے پا رہا ہے، مگر وہ کدو اصل سے جڑا ہوا ہے۔
پس اُس پر خوش ہو جا، وہ تجھے حقیقت تک
پہنچا دے گا۔ یہ حقیقی مرشد کی پہچان ہے۔

گفت طوبی: مَن رَآنِي مُصْطَفٰی
وَالَّذِي يُبْصِرُ لِمَن وَجْهِي يَرَى

ترجمہ
مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: "خوشخبری ہے اُس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا، اور اُس کے لیے بھی جو اُس کو دیکھے جس نے مجھے دیکھا۔"

روحانی تشریح
یہ نبی کریم ﷺ کا مفہوم ہے:
من رآني فقد رأى "الحق" - "جس نے مجھے دیکھا، اس نے حق کو دیکھا۔"
اس شعر میں وجہ اللہ کی پہچان دی جا رہی ہے
مرشد کامل وہی ہے جو اپنے چہرے سے چہرۂ مصطفیٰ ﷺ دکھا دے۔ جو "طوبیٰ" (جنت کی علامت ہے، وہ دراصل نبی پاک ﷺ کی سیرت و نور کی جھلک ہے۔ جو اس کو پہچان لے، گویا مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ چکا۔
یہ حدیث مصطفیٰ ﷺ در حقیقت فیضان نبوت کے تسلسل کو بیان کرتی ہے۔
نبی پاک ﷺ کی زیارت وہ سعادت عظمیٰ ہے جسے ہر دل چاہتا ہے، مگر اس کے بعد ان ہستیوں کا دیکھنا، جو نبی پاک ﷺ کے جمال نبوی ﷺکا آئینہ ہیں بھی عین وصال نبوی ہے۔ جیسے اولیاء

کاملین، جن کے چہروں پر نورِ مصطفیٰ ﷺ جھلکتا ہے، اُن کو دیکھنا نبی ﷺ کی روحانی تجلیات سے ملنے جیسا ہے۔ یہ بات سلسلۂ روحانیت کے تسلسل کو سمجھنے کے لیے بنیاد ہے۔

چوں چراغ نُور شمع را کشید
ہر که دید آں را یقین آں شمع دید

ترجمہ
جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی جس نے اُسے دیکھا، یقیناً اُس نے شمع کو ہی دیکھا۔

روحانی تشریح
چراغ یہاں مرشد کامل یا ولی اللّٰہ کی مثال ہے جبکہ شمع نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔
جیسے چراغ، شمع سے نور لیتا ہے، ویسے ہی ہر ولی رسول اللّٰہ ﷺ سے فیض پاتا ہے۔ اب اگر کوئی چراغ کو دیکھے تو گویا اُس نے شمع ہی کا دیدار کیا، کیونکہ وہی نور منتقل ہو کر اس چراغ میں روشن ہوا ہے۔ پس جو مرشد کامل کے حسن باطن و ظاہر میں دیکھے، وہ دراصل نبی پاک ﷺ

کے حسن کی جھلک پا رہا ہے۔

ہم چُنیں تا صد چراغ از نقل شد
دیدن آخر لقاء أصل بد

ترجمہ
اسی طرح اگر وہ (نور) سو چراغوں میں منتقل ہوا،
تو آخری چراغ کو دیکھنا اصل (شمع) کی ملاقات ہی ہے۔

روحانی تشریح
یہاں مولانا رومؒ درجہ بدرجہ فیضان نور کی ترسیل کو بیان کر رہے ہیں۔ اگر نور محمدی ﷺ کئی واسطوں سے، یعنی چراغ در چراغ اولیاء سے اولیاء میں منتقل ہوتا چلا جائے، تب بھی اُس آخری چراغ یعنی موجودہ مرشد کامل یا صاحب فیض ہستی کو دیکھ لینا ، أس اصل شمع یعنی نبی پاک ﷺ سے ملاقات جیسا ہے۔ یہ روحانیت کا سلسلہ، جو تسلسل فیض ہے، کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہر چراغ اپنی حقیقت میں اسی ایک شمع

کی روشنی سے روشن ہے۔

خواہ از نُورِ پسیں بستاں تُو آں
ہیچ فرقے نیست، خواہ از شمع داں

ترجمہ
خواہ تو آخری چراغ سے نور حاصل کرے، یہی نور ہے، چاہے تو اُسے شمع ہی سے سمجھ لے۔

روحانی تشریح
صوفیاء کے نزدیک فیض مصطفیٰ ﷺ ایک روحانی نور ہے جو تسلسل سے منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ آخری چراغ سے حاصل ہو رہا ہو، مگر اس کی اصل وہی شمع نبوت ہے۔ اس لیے کسی کو چاہے آخری ولی سے فیض ملا ہو، یا کسی پہلے والے سے، حقیقت میں وہی نور ہے، وہی فیض ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔

خواہ نور از اولیں بستاں بجان
خواہ از نُورِ پسیں، فرقے مدان

ترجمہ
چاہے تو دل و جان سے پہلے چراغ سے روشنی حاصل کرے
یا آخری چراغ سے، فرق نہ سمجھ۔

روحانی تشریح
یہاں مولانا رومؒ انسان کو باطنی تعلیم دے رہے ہیں کہ روحانیت میں وقت یا ظاہری نسبتوں کی قید نہیں۔ جب نور ایک ہی ہو، تو پہلے اور بعد کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو آج کا مرشد کامل نصیب ہو تو وہی شریعت طریقت اور حقیقت کا دروازہ ہے جو صحابہ کرامؓ کو حضورﷺ سے ملا تھا۔ نور اپنی اصل میں ایک ہی ہے۔

خواہ بیں نُورَ از چراغ آخریں
خواہ بیں نُورَش ز شمع غابِرِیں

ترجمہ
چاہے تو آخری چراغ کی روشنی دیکھ لے، یا گزرے ہوئے شمع نبوی ﷺ کی روشنی کو سمجھے،
دونوں ایک ہیں۔

روحانی تشریح

چراغ آخر یعنی آج کے مرشد کامل کی روحانی روشنی دراصل اسی نبی پاک ﷺ کی شمع نور سے جُڑی ہوئی ہے۔ جو شخص موجودہ چراغ میں وہی روشنی دیکھتا ہے، وہ حقیقت میں نور محمدی ﷺ کا دیدار کر رہا ہے۔ یہ تعلق زمانے کے لحاظ سے جدا ہو سکتا ہے، لیکن باطن میں وحدت رکھتا ہے۔

وادیِ خیال سے وُرودِ وصال تک ۞

"خیالات کی وادی سے گزر کر وصالِ الٰہی کی روحانی منزل پر قدم رکھنا"

خیال انسان کی باطنی دنیا کا پہلا دروازہ ہے۔
یہ وہ پردہ ہے جو یا تو محبوب کو چھپا لیتا ہے، یا محبوب کے جلوے کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اس پر اختیار ہر ایک کو حاصل نہیں، یہ صرف انہیں نصیب ہوتا ہے جو محبت کے رنگ میں رنگین ہو چکے ہوں۔
جب انسان کا دل محبت سے لبریز ہو جائے، اور وہ ایک ہی خیال میں ایسا گم ہو جائے کہ باقی تمام خیالات اُس ایک میں جذب ہو جائیں — تو یہی محویت ہے۔ یہی وحدتِ نظر ہے، یہی وحدتِ فکر، یہی عرفانِ عشق ہے۔
خیال کوئی دور یا قریب کی شے نہیں — یہ نصیب کی چیز ہے۔ یہ نصیب کی بات ہے کہ کسی پر ایسا وقت آ جائے جب وہ ہر طرف سے کٹ کر، ایک ہی مرکزِ محبت پر مرکوز ہو جائے۔

تمثیل
جیسے کوئی شخص آگ لگنے کی صورت میں سب کچھ چھوڑ کر فقط فائر بریگیڈ کو بلانے میں محو ہو جاتا ہے — اسی طرح محبت میں بھی ایک اضطراری محویت آ جاتی ہے، جہاں باقی سب خیالات جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

تمثیل
ایک لڑکی گھڑا سر پر رکھے باتیں تو سب سکھیوں سے کرتی ہے، مگر دھیان صرف گھڑے پر ہوتا ہے کہ کہیں گر نہ جائے۔
محبت والوں کا حال بھی کچھ یوں ہی ہے — ان کے ظاہری اعمال، دنیا سے وابستہ ہوتے ہیں مگر باطن میں ہر لمحہ محبوب کی یاد کی محویت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔

۞ آخری آرزو: محبت کی اصل پہچان
جب زندگی سمٹتی ہے، خواہشیں مٹتی ہیں، اور موت قریب آتی ہے — تب انسان کی سب سے گہری آرزو باقی رہ جاتی ہے۔
اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ "بس ایک خواہش پوری کر لو"، تو جو خواہش باقی رہ جائے — وہی سچی

محبت ہے۔
"وہ آرزو جو باقی آرزوؤں کو کھا جائے... وہی محبت ہے!"
یہی محبت انسان کی حقیقت ہے، یہی وصال کی کنجی ہے۔

۞ محبوب کا جلوہ، ہر شے میں تبدیلی کا سبب
"اب نہ زمیں نہ وہ زماں، اب نہ مکاں نہ لا مکاں
تُو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں"جب محبوب نگاہ میں سما جائے تو پھر زمین بھی وہی نہیں رہتی، زمان بھی، مکان بھی بدل جاتا ہے انسان کا اندر ہی بدل جاتا ہے۔

"اب نہ کہیں نگاہ ہے، اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں"
یہی محویت کا مقام ہے — نہ خودی باقی، نہ غیر باقی — فقط محبوب کا جلوہ باقی۔

"کسی نے آنکھ کے پردے میں پردہ دار کو دیکھا
کسی نے دار پر چڑھ کر جمالِ یار کو دیکھا"

یہی اس کی مہربانی ہے۔ وہ جس حال میں چاہے،
اپنے بندے کو اپنے جلوے میں محو کر دیتا ہے۔

۞ آخری نکتہ: تلاش نہیں، انتظار کرو
یہ محبت، یہ محویت، یہ وصال... یہ سب تلاش
کا صلہ نہیں، بلکہ انتظار کا انعام ہے۔
بس صبر سے دروازے پر بیٹھے رہو،
یقین رکھو وہ عطا ضرور کرے گا۔

تصوّف و صوفی

کارِ درویشی، ورائے کارہا ست
دِ مبدم از حق مر ایشاں را عطاست

ترجمہ:
درویشی کا کام عام کاموں سے بالا تر ہے، یہ دولتِ ابدی ان کو حق کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔

گَر تنِ خاکی غلیظ و تِیرہ ہست
صیقَلے کُن زآنکہ صیقل گیرہ ہست
ترجمہ:
اگر تیرا جسمِ خاکی غلیظ اور تاریک ہے تو اسے صیقل کر، کیونکہ یہ صیقل قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
اللّٰہ کے عاشقوں کی کائنات الگ ہے۔ ان کے معاملات و مشغلے عام فہم و عقل سے بلند و بالا ہوتے ہیں۔ ہر لمحہ ان کے باطن میں جو قربِ خاص عطا ہوتا ہے، اس کے راز اہلِ ظاہر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔
اے مخاطب! اگر تو باطنی طور پر تاریک، غافل

اور سخت بے حس ہے تو جا، اپنے نفس کی قلعی
کرا کہ یہ خاکی تن صیقل قبول کرنے کے قابل ہے۔
اور یاد رکھ، قلب کے قلعی گر – یعنی اللہ والے ہر
زمانے میں موجود ہیں۔
اگر تیرا دل سیاہ اور سخت ہو چکا ہے، تو جلدی
کر، اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہو جا،
کیونکہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔

صوفی ہر وقت رضائے الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔
وہ بندگی اور غلامی کا مفہوم سمجھ کر اپنی
اطاعت میں فوری تغیر پیدا کرتا ہے۔
مثلاً: اگر اسی وقت اس کے بیٹے یا بیوی کی
طبیعت خراب ہو، دوا لانا فرض ہو، اور اسی وقت
اس نے نوافل یا ذکر کرنا تھا، تو وہ فوراً دوا لانے
نکل پڑے گا – کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس
وقت مرضیِ الٰہی یہی ہے۔

جبکہ جاہل حقوق العباد کی پروا نہیں کرتا۔
حالانکہ تصوف کی راہ میں حقوق اللہ، حقوق
العباد، اور حقوق النفس – تینوں میں اعتدال
ضروری ہے، اور یہ توازن حاصل ہوتا ہے کسی اللہ
والے کی غلامی میں رہ کر۔

صوفی وہ نہیں جو آج کا کام کل پر ڈال دے۔ حق تعالیٰ جس وقت جو تقاضا کرے، فوراً اس پر لبیک کہنے والا ہی سچا صوفی ہوتا ہے۔

سچا عاشقِ الٰہی زمانے کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ ابن الوقت نہیں، بلکہ ابن الحق(حق کا غلام) ہوتا ہے۔
زمانے سے بے پروا ہو کر اللہ کی اطاعت کرنا، ایمان کی علامت ہے۔ عاشق کی طبیعت ماسویٰ اللہ سے نفرت کرنے لگتی ہے — اور یہ سچا فقر ہے۔
اولیاء کے چہروں پر اللہ کا نور ہوتا ہے، مگر یہ نور معاندین (مخالفین) کو نظر نہیں آتا۔
طالبانِ حق، مجنوں کی طرح حق کی خوشبو پا لیتے ہیں، اور پہچان لیتے ہیں کہ یہ عارفِ کامل، اللہ کے عشق میں جل رہا ہے۔
یہ جماعت وہ ہے جس نے اپنی مرضیات کو حق کی مرضی کے تابع کر دیا — یہاں تک کہ نیم جاں ہو گئی، مگر اللہ نے انھیں ایسا رتبہ دیا کہ آسمان و چاند و سورج ان کی تعظیم کرتے ہیں۔
ان کے وجود سے زمین پر زندگی باقی ہے۔ جب روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والے نہ رہیں گے، تو

قیامت آ جائے گی، اور افلاک بکھر جائیں گے۔

قلب کے بیمار وہ ہیں جن کے خیالات خود فتنہ بن جاتے ہیں۔ فاسق و فاجر اگر اچھی باتیں بھی سنیں، تو انھیں اپنے قبیح نظریات کے سانچے میں ڈھال لیتے ہیں۔
مگر اہلِ دل تو کفر سے بھی سبق حاصل کر لیتے ہیں۔ مثنوی شریف اس کی بہترین مثال ہے — کہ کیسے عام واقعات سے بھی مولانا رومؒ نے حیرت انگیز نصائح بیان فرمائیں۔

اللہ والوں کی کرامت یہ ہے کہ جہل بھی ان کے سامنے علم بن جاتا ہے۔
اور بدبخت عالم اگر علم حاصل بھی کر لے، تو اس کی نخوت (غرور) اس علم کو اس کے لیے فتنہ بنا دیتی ہے۔
علم ہو یا دولت — جب اللہ والوں کے پاس آئے تو فلاح بنتی ہے، اور بددل کے پاس جائے تو فساد و کینہ

نصِّ صریح اور قیاس کا فرق

"اللہ کے حکم کے مقابلے میں عقل کا قیاس؟"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں شریعت دی، جس کی بنیاد قرآن اور سنت ہیں۔
جب کسی مسئلے میں اللہ اور رسول ﷺ کا واضح حکم موجود ہو، تو وہاں قیاس، عقل، یا اجتہاد کی گنجائش نہیں رہتی۔ جہاں واضح حکم نہ ہو، صرف وہیں فقیہہ یا عالم اجتہاد اور قیاس کرتا ہے۔

ابلیس کا قیاس – ایک شیطانی دلیل
جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔
اس نے دلیل دی:
"میں آگ سے پیدا ہوا ہوں، اور آدم مٹی سے۔ آگ مٹی سے بہتر ہے، اس لیے میں سجدہ نہیں کروں گا ابلیس نے اللہ کے واضح حکم پر اپنی عقل کو ترجیح دی، اور قیاس کیا کہ:

میں ناری ہوں، بلند ہوں آدم خاکی ہے، کم تر ہے
اللّٰہ تعالیٰ نے اس قیاس کو باطل، بےادب، اور ناقابلِ قبول قرار دیا، اور فرمایا:تو نے تکبر کیا اور نافرمانی کی، اب تو راندہ درگاہ ہے

قیاس صرف اُس وقت جائز ہوتا ہے جب:
کوئی مسئلہ ہو اور قرآن و حدیث میں اس کا واضح حکم (نص صریح) نہ ہو
جیسے:
اگر رات کے اندھیرے میں قبلہ نظر نہ آئے تو اندازہ لگا کر نماز پڑھ لینا جائز ہے۔
لیکن اگر کعبہ سامنے ہو اور پھر بھی اندازہ لگایا جائے، تو یہ جہالت اور گمراہی ہے۔
بعینہٖ، جب اللّٰہ کا حکم موجود تھا کہ "آدم عَلَیہِ السَّلام کو سجدہ کرو"، تو ابلیس کا قیاس کرنا سراسر گستاخی اور گمراہی تھا۔
1. 📖 جہاں قرآن و حدیث کا حکم ہو، وہاں عقل کی کوئی جگہ نہیں۔
2. 🔥 جو لوگ اللہ کے حکم پر اپنے دماغ کا زور چلاتے ہیں، وہ ابلیس کی راہ پر ہوتے ہیں۔
3. 🧠 قیاس وہاں چلے گا جہاں شریعت خاموش ہو، نہ کہ جہاں ربّ نے خود فیصلہ فرما دیا ہو۔

4. 🌙 حضرت آدمؑ نے حکم مانا، اللّٰہ کے محبوب بنے۔

ابلیس نے عقل لڑائی، ہمیشہ کے لیے مردود ہو گیا۔

صوفی کا ایمان یہ ہوتا ہے کہ

"جہاں حکم الٰہی آ جائے، وہاں عقل چپ ہو جائے"

یہی ادب ہے، یہی بندگی ہے، یہی راہِ نجات ہے۔

تخلیقِ انسان اور اس کا اعلیٰ ترین مقصد

"تخلیقِ انسان، مرتبۂ آن، غرضِ ازاں"

اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنے صفاتی اسماء کا آئینہ بنایا۔
جیسا کہ فرمایا:
"وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ کُلَّھَا"
(سورہ بقرہ: 31)
یعنی، اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنے تمام اسماء و صفات کا علم عطا فرمایا۔ آدم علیہ السّلام اللّٰہ کے اسماء کا مظہر بنے۔

جیسا کہ ایک حکیم شاعر کہتا ہے:
"وجہِ آدم آئینہ اسما کند
عکسِ خود در صورتش پیدا کند"
ترجمہ:
آدم کی صورت کو اللّٰہ نے اپنے اسماء کا آئینہ بنایا تاکہ اپنی صفات کا عکس انسان میں نمایاں ہو۔

مقامِ انسان
تمام کائنات کو انسان کی خدمت کے لیے پیدا

کیا گیا۔ جب انسان، جو خود مخدومِ کائنات ہے، کائنات کو اپنا مخدوم سمجھ لیتا ہے، تو یہ اس کی حقیقت سے غفلت کی علامت ہے۔
جیسا کہ فرمایا:
"جمله عالم هست حاجتمند تو
تو گدایا نه، چه گردی کو بکو"
ترجمہ:
ساری دنیا تیری محتاج ہے،
تو فقیر کیوں بنا، در در کیوں پھرے؟

اے انسان! تجھے خالقِ کائنات سے تعلق جوڑ کر اپنے اصل مقصد میں لگ جانا چاہیے تاکہ تو دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز ہو جائے۔

انسان کامل اور بقائے کائنات
یہ پوری کائنات انسانِ کامل ہی کے دم سے قائم ہے۔ جب روئے زمین پر کوئی "اللّٰہ اللّٰہ" کہنے والا باقی نہ رہے گا، تو آسمان و زمین اپنی گردش کھو دیں گے، نظامِ کائنات ٹوٹ جائے گا، اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

کمالِ قدرتِ الٰہیہ
یہ ربّ کریم کی بے مثال قدرت ہے کہ اُس نے ایک انسان (یعنی انسانِ کامل) کو دونوں جہانوں کا نمونہ بنا دیا۔ اس دنیا کو اُس کے لیے "عالمِ عمل" بنایا اور اگلے جہان کو "عالمِ جزا"۔
گویا دونوں جہان انسان ہی کے لیے پیدا کیے گئے۔

لامکان کا مکانی دلوں سے ربط
"لامکان اندر نکال کردہ مکاں
بے نشاں گشتہ مقید در نشان"
ترجمہ:
خالقِ لامکاں خود بے نشان ہے،
مگر مکانی اور محدود دلوں میں اپنا تعلق پیدا فرما دیتا ہے۔ یہ اُس کی قدرت کا عجیب و غریب مظہر ہے کہ وہ لامحدود ہوتے ہوئے بھی ہمارے دلوں سے خاص رشتہ رکھتا ہے۔

ایک قطرے میں لاکھوں سمندر چھپے ہوئے ہیں،
اور ایک ذرہ، پوری کائنات کی جھلک رکھتا ہے۔
یہی انسان کی باطنی وسعت ہے۔

مقصدِ تخلیق
کوئی کمہار اگر کوزہ بناتا ہے تو وہ صرف کوزہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ ارادہ ہوتا ہے کہ لوگ اس میں پانی پئیں گے۔

"بیچ کا گر کنند کاسه تمام
بهرِ عین کا نے یہ طعام"
ترجمہ:
کسی برتن ساز کا مقصد صرف پیالہ بنانا نہیں ہوتا،
بلکہ اس میں کھانے کا انتظام بھی مدِنظر ہوتا ہے۔
ایسے ہی اللّٰہ تعالیٰ نے جنات و انسان کو محض کھانے، پینے اور مرنے کے لیے نہیں پیدا کیا بلکہ:

"وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"
(سوره الذاریات: 56)
ترجمہ:
"ہم نے جنّات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"
یعنی انسانی زندگی کا اصل مقصد زندگی نہیں، بلکہ بندگی ہے۔

کائنات: آئینۂ جمالِ دوست

شد جہاں آئینۂ رُخسارِ دوست
ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست"
ترجمہ:
یہ سارا جہان محبوبِ حقیقی کے چہرے کا آئینہ ہے،
دونوں عالم حقیقت میں اُس ہی کی تجلّیات کا عکس ہیں۔

یعنی یہ پوری کائنات، صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ہے۔
ہر ذرّہ، ہر مظہر، ہر منظر اسی جمالِ حق کی جھلک لیے ہوئے ہے۔
ہر طرف دوست کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں،
بس نگاہ چاہیے جو پہچان سکے۔

اللہ تعالیٰ کے نورِ پاک سے جمادات (پتھر، مٹی، پہاڑ، زمین) نے
افتادگی (عاجزی و انکساری) کی شان پائی ہے۔
انہیں جہاں رکھ دیا گیا، وہیں ساکت و صابر پڑے رہتے ہیں۔

کوئی شکایت نہیں، کوئی تقاضا نہیں۔
یہ تسلیم و رضا کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔
اور یہی نور جب نباتات (پودوں) پر جلوہ گر ہوا
تو انھوں نے زمین سے سر نکالنا، اگنا، پروان چڑھنا
اور اپنی شاخوں سے آسمان کی طرف جھک کر
بندگی سیکھنا شروع کیا۔

دریا کی سطح پر نظر آنے والی جھاگ کی حرکت
ہمیں دکھائی دیتی ہے،
مگر اس کے نیچے جو اصل موج (Wave) ہے،
جو اس جھاگ کو اٹھا رہی ہے، وہ ہماری نگاہوں
سے اوجھل ہے۔
یہی مثال اس دنیا کی ہے:
ظاہری حرکات و واقعات جھاگ کی مانند ہیں۔
اصل حقیقت، اصل سبب، اصل طاقت — وہ تو
پردۂ غیب میں ہے۔
جو نگاہِ باطن رکھتا ہے، وہ "جھاگ" کے نیچے
"موج" کو پہچان لیتا ہے۔
اے طالبِ حق
اگر تیری دونوں آنکھیں نورِ معرفتِ الٰہی سے
روشن ہو جائیں،
اگر تجھے دولتِ عرفان نصیب ہو جائے،

تو تو ہر شے میں دوست کی جھلک دیکھنے لگے گا۔ پھر:
درخت صرف درخت نہ رہیں گے، وہ تیرے لیے سجدہ گزار بندے ہوں گے۔
چاند سورج فقط سیارے نہ ہوں گے، بلکہ نورِ حق کے طواف کرنے والے ہوں گے۔
کائنات کا ہر ذرّہ تیرے لیے آیت اور نشانی بن جائے گا۔
"سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ"
(سورہ فُصِّلَت: 53)
ترجمہ:
"ہم اپنی نشانیاں اُنہیں آفاق (کائنات) میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہی (اللّٰہ) حق ہے۔"

حق تعالیٰ کے کرم کے جھونکے

حدیثِ نبوی ﷺ
"إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ، أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا"
(طبرانی، بیہقی)
ترجمہ:
بے شک تمہارے ربّ کے دنوں میں کچھ خاص لمحات ایسے آتے ہیں جن میں اس کی طرف سے کرم و رحمت کے جھونکے چلتے ہیں۔ خبردار! تم ان جھونکوں سے فائدہ اٹھایا کرو۔

حضرتِ محمّد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:
"گاہے گاہے حق تعالیٰ کی طرف سے نسیمِ کرم چلتی ہے، پس تم ان جھونکوں میں اپنے دل و جان کو پیش کرو تاکہ تم پر ربّانی رحمتوں کا نزول ہو۔"
حضرت مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

گفت پیغمبرؐ کہ نفحتہائے حق
اندریں ایام می آرد سبق

ترجمہ:
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
حق تعالیٰ کے انوار و تجلّیات کے جھونکے بعض اوقات آتے ہیں جو بندے کو نصیحت اور بیداری عطا کرتے ہیں۔

اے اہلِ دل! تمہارے شب و روز میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کرم، رحمت، نورانیت اور مغفرت کے جھونکے آتے رہتے ہیں۔ یہ جھونکے کبھی ماہِ رمضان میں، کبھی شبِ قدر میں، کبھی کسی اللہ والے کی صحبت میں، اور کبھی کسی دُعائیہ لمحے میں آتے ہیں۔
ایسے لمحات میں دل و جان کو بیدار رکھنا چاہیے، تاکہ ہم ان ربّانی جھونکوں سے فیضیاب ہو سکیں۔ اللہ والے ان روحانی نسیمات کو اپنے نورانی قلوب، لطیف طبیعت اور بیدار روح سے پہچان لیتے ہیں۔
مگر افسوس دنیا کے فریب میں الجھے لوگ ان رحمتوں کے جھونکوں کو محسوس نہیں کر پاتے، کیونکہ ان کے دل کانٹوں سے بھرے ہوئے ہیں، ان کی طبیعت مٹی اور دُنیا کی پستیوں سے چمٹی ہوئی ہے۔ ایسے دلوں سے پھول کیسے نکل سکتے

ہیں؟
زمین سے چمٹے رہنے والوں کو کیا خبر کہ آسمان کی جانب سے کیا انوار برس رہے ہیں؟ جانور بھی کھانے پینے میں مصروف ہوتے ہیں، اور غفلت میں ڈوبے انسان بھی۔ اگر زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا ہے، تو پھر انسان اور جانور میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"بَلْ هُمْ أَضَلُّ"
بلکہ وہ (کفار) جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔
(سورۂ اعراف، آیت: 179)

روحِ انسان

حضرت مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جانِ گرگاں و سگاں ہر یک جداست
متحد جانِ شیرانِ خداست
ترجمہ:
کتوں اور بھیڑیوں کی روحیں آپس میں جدا جدا ہوتی ہیں،
مگر "شیرانِ خدا" یعنی اللہ کے ولیوں، اہلِ حق، اور مردانِ باصفا کی روحیں باہم متحد اور یک جان ہوتی ہیں

روح کی حقیقت
روح وہ لطیف جوہر ہے جو نیکی اور بدی کی پہچان رکھتا ہے۔
جو نیکی پر مسرور ہوتا ہے اور برائی پر غمگین۔
جو اللہ کے حضور روتا ہے، تڑپتا ہے، جھکتا ہے اور سجدے میں لذت پاتا ہے۔
یہی روح، انسان کے باطن کی حقیقت ہے۔

نیند میں روح کی کیفیت
انسان جب سوتا ہے تو اس کا جسم بستر پر ہوتا ہے، مگر اس کی روح مثلِ آفتاب فلک پر چمک رہی ہوتی ہے۔ روح کی جولانگاہ عالمِ بالا ہے،
روح کی جولانگاہ = روح کی پرواز کی جگہ، روح کی اصل حرکت و سکونت کی جگہ
عالمِ بالا = بلند تر دنیائیں، آسمانی یا روحانی عالَم، یعنی وہ مقام جو جسمانی دنیا سے ماورا ہے (مثلاً: عرش، جنت، ملأِ اعلیٰ)
روح کا اصل مقام اور اس کی آزادی کی جگہ عالمِ بالا ہے، نہ کہ یہ مادی اور فانی دنیا۔
یہ دنیا جسم کے لیے ہے، مگر روح تو اعلیٰ روحانی مقامات کی طرف کھنچتی ہے۔ جیسے پرندہ پنجرے میں قید ہو تو اس کا دل آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرنے کو چاہتا ہے، اسی طرح روح کا بھی دل اسی اعلیٰ، نورانی، اور لامکانی عالَم کی طرف لگتا ہے جہاں سے وہ آئی ہے۔

انسان کا ارتقائی سفر
انسان ابتدائی طور پر صرف کھانے پینے اور سونے جیسی بنیادی جبلّتوں کو جانتا ہے،
لیکن جب وہ ایمان، اسلام، تقویٰ اور اخلاص کی

دولت سے بہرہ مند ہوتا ہے،
تو وہ فرشتوں سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔
اس کا دل نورِ خدا سے منور ہو جاتا ہے،
اور اس کی روح سجدوں میں لذت پانے لگتی ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:
"وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"
(سورہ بنی اسرائیل: 85)
ترجمہ:
(اے محبوبؐ) وہ آپﷺ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ روح میرے ربّ کے حکم سے ہے، اور تمہیں اس علم میں سے بہت ہی تھوڑا دیا گیا ہے۔
چونکہ ربِّ کریم نے روح کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، لہٰذا ہم اس کی حقیقت کو کسی مثال سے بیان نہیں کر سکتے۔ جو بھی مثال دی جائے گی، وہ ناقص، ناقابلِ فہم، اور غیر حقیقی ہوگی، کیونکہ روح ایک ایسا نور ہے جسے صرف قلبِ سلیم اور نگاہِ بصیرت سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

خودی اور عرفان

جنہیں میں ڈھونڈھتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

- تشریح:

اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں حقیقت، محبوبِ حقیقی کو آسمان و زمین میں تلاش کرتا رہا،
مگر وہ تو میرے دل کے اندھیرے گوشے میں موجود تھا۔
اللّٰہ کا قرب باہر تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔ وہ تو قلبِ سلیم میں جلوہ گر ہوتا ہے۔
جیسا کہ حدیث ہے:
"قلبُ المؤمن عرشُ اللّٰہ تعالیٰ" — مومن کا دل اللّٰہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

- تشریح:

جب باطنی آنکھ کھلی، اور اپنی حقیقت واضح

ہوئی،
تو معلوم ہوا کہ مکاں (زمان و مکان) بھی دل کے اندر ہی بستا ہے۔
قلبِ انسانی میں اللّٰہ تعالیٰ کا نور، صفات اور عرفان پوشیدہ ہے۔
صوفیاء کی اصطلاح میں دل کو کعبہ کہا گیا ہے، اور حقیقتِ الٰہی اسی میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جا ملتا جبینوں میں

- تشریح:

اقبالؒ کہتے ہیں کہ اگر تم سجدے کی روح کو سمجھتے،
تو تمھاری پیشانی میں اتنی طاقت ہوتی کہ پتھر بھی کعبہ بن جاتا۔
ظاہری سجدہ نہیں، بلکہ دل کا سجدہ درکار ہے۔
جب بندہ اخلاص سے سجدہ کرتا ہے، تو زمین بھی متأثر ہوتی ہے۔

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تُو نے اے مجنوں؟
کہ لیلیٰ کی طرح تُو خود بھی ہے محمل نشینوں

میں

🔹 تشریح:
اقبالؒ کہتے ہیں: اے مجنوں! تُو ہمیشہ لیلیٰ کا عاشق رہا، کیا تُو نے خود کو کبھی دیکھا؟
تُو خود بھی لیلیٰ جیسا حسن رکھتا ہے، کیونکہ تُو بھی حق کا مظہر ہے۔
ہر انسان میں الٰہی صفات کا عکس ہوتا ہے۔
"مجنوں" اپنی ہی حقیقت کو نہیں پہچانتا، ورنہ وہ بھی "لیلیٰ" ہوتا۔

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

🔹 تشریح:
وصال (محبوب سے ملاقات) کے لمحات بہت تیز گزر جاتے ہیں،
جبکہ جدائی کا ہر لمحہ بہت طویل لگتا ہے۔
یہ ہر عاشق کا درد ہے — خاص کر صوفی جب فراقِ الٰہی میں تڑپتا ہے۔

مجھے روکے گا تُو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے؟
کہ جن کو ڈوبنا ہو، ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

- تشریح:

اگر میرے مقدر میں فنا ہونا ہے تو تُو (ناخدا)
روک نہیں سکتا،
جو ڈوبنے کے لیے پیدا ہوئے، وہ کشتی میں بیٹھ
کر بھی ڈوب جاتے ہیں۔
یہاں "ڈوبنا" دراصل فنا فی اللّٰہ ہے
جو اللّٰہ کی محبت میں فنا ہونا چاہے، وہ رک نہیں
سکتا۔

چھپایا حسن کو اپنے کلیمُ اللّٰہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

- تشریح:

جس نے حضرت موسیٰ عَلَیہِ السَّلام سے اپنا حسن
چھپا لیا، وہی حسن والا آج نازنینوں میں جلوہ گر
ہے۔
اللّٰہ تعالیٰ کا نور ہر حسین شے میں جلوہ افروز ہے،
لیکن اس کا جمالِ مطلق براہِ راست نظر نہیں آتا۔

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

- تشریح:

اہلِ دل (اولیاء اللہ) کی ایک سانس بھی مردہ دلوں کو زندہ کر سکتی ہے۔
اقبالؒ حیران ہیں کہ ان کے دلوں میں کیسا روحانی خزانہ پوشیدہ ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

- تشریح:

اگر تُو "دردِ دل" یعنی محبتِ الٰہی کا راز پانا چاہتا ہے، تو فقیروں کی خدمت کر۔
یہ دولت بادشاہوں کو نہیں، بلکہ اہلِ فقر کو عطا ہوتی ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

🔹 تشریح:
یہ صوفی لوگ (خرقہ پوش) جو ظاہراً سادہ ہوتے ہیں،
ان کے باطن میں موسوی معجزے کی سی طاقت ہوتی ہے۔

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

🔹 تشریح:
دنیا جن کو تنہائی نشین سمجھتی ہے،
حقیقت میں وہی لوگ حقیقی جمالِ خداوندی کے قریب ہوتے ہیں۔

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

🔹 تشریح:
اپنے دل میں ایسی آگ لگا دے کہ قیامت کے دن بھی تیرا نور باقی رہے
اور سورج بھی تیری روشنی سے فیض لے۔

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

- تشریح:

محبت ایک نازک جذبہ ہے، یہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں زیادہ جگہ پاتا ہے۔
تکبر، غرور اور خودپسندی میں محبت نہیں پنپ سکتی
بلکہ شکستہ دل ہی اس کا اصل مقام ہے۔

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل! حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں؟

- تشریح:

جو محبوبِ حقیقی ہے، اس کے عشق سے عاشق بھی خود حسن کا مجسمہ بن جاتا ہے۔
ایسا حسن کہیں اور نہیں پایا جاتا۔

پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

🔹 تشریح:
"ما عرفناک" (ہم تجھے نہ پہچان سکے) — اس فقر میں بھی ایک اعلیٰ عرفان چھپا ہے۔
اللّٰہ کی حقیقت کو مکمل سمجھنا ممکن نہیں، اور یہ عجز و فقر ہی سب سے بلند رتبہ ہے۔

نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

🔹 تشریح:
اے محبوب! کبھی تو اپنے جمال کا جلوہ دے،
تیرے عارفین و محبین مدت سے تیری جھلک کے منتظر ہیں۔

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

🔹 تشریح:
عشق میں سب کچھ صبر، سکوت اور ادب سے حاصل ہوتا ہے۔
محفل میں چیخنا نہیں، عشق کا پہلا سبق ادب ہے۔

بُرا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبالؒ اپنے نکتہ چینوں میں

🔹 تشریح:
اقبالؒ کہتے ہیں: میں ان لوگوں کو برا نہیں کہہ سکتا جو مجھ پر تنقید کرتے ہیں،
کیونکہ میں خود بھی خود پر نظر رکھنے والا ہوں۔
یہاں اقبالؒ کا ظرف، عظمتِ کردار، اور نکتہ چینی کو اصلاح کا ذریعہ سمجھنا ظاہر ہوتا ہے۔

فنا و بقا – روحانیت کی آخری منازل

آئینۂ ہستی چه باشد نیستی
نیستی بگریز، گر ابلہ نیستی

ترجمہ:
زندگی کا آئینہ حقیقت میں فنا ہے۔
پس اگر تو بے وقوف نہیں ہے تو اپنے وجود کو مٹا دے (یعنی فنا فی اللہ ہو جا)۔
اگرچہ قربِ حقیقی (اللہ سے سچا تعلق) سالک کے لیے حیاتِ جاوداں اور روحانی بہار ہے،
مگر یہ قرب صرف فنائیت کے بعد عطا ہوتا ہے۔
یعنی:
"فنا کے بغیر بقا ممکن نہیں، اور بقا کے بغیر قرب خاص تک رسائی ممکن نہیں۔

"فنا" کا مفہوم ہے:اپنے نفسِ امّارہ، دنیاوی خواہشات، اور انا کو فنا کر دینا،
سالک اپنی خواہشات کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع کر دے۔
"بقا" وہ روحانی حالت ہے:

جب انسان کا نفس، مطمئنہ، راضیہ، مرضیہ میں
بدل جائے۔
یہ وہ مقام ہے جہاں بندہ اللہ کی رضا میں ایسا
گم ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر بات، ہر سوچ اور ہر
حرکت صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو جاتی ہے۔
یہی مقام قربِ خاص کہلاتا ہے — جہاں بندہ عبدِ
محض بن جاتا ہے۔
جب انسان اپنی ہوائے نفس سے نجات حاصل کر
لیتا ہے،
تو وہ خود دلیل بن جاتا ہے (یعنی اس کی ذات
ہدایت کا چراغ بن جاتی ہے)۔

"جب تو اپنی ذات کو بندہ بنا لے گا،
تو جان لے کہ اسی بندگی میں سلطانی پوشیدہ
ہے۔"
جب کوئی سالک کسی مرشدِ کامل کی صحبت
میں رہ کر اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے تو:
اللہ تعالیٰ کا نور اس کے سننے، دیکھنے، سوچنے
اور چلنے میں شامل ہو جاتا ہے۔
پھر وہ اللہ کے نور سے سنتا ہے، اللہ کے نور سے
دیکھتا ہے۔

جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے:
"كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ..."
"میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے..."

تمثیلِ فنا
جب کسی آدمی پر جنّ مسلط ہو جاتا ہے،
تو اس کی حرکات، گفتار، اور اطوار میں جنّ کی جھلک دکھاتی ہیں۔
اسی طرح جب اللّٰہ تعالیٰ کی محبت اور ذکر غالب ہو جاتے ہیں، تو سالک کے جسم کے ذرے ذرے میں اللّٰہ کا نور سرایت کر جاتا ہے۔
پھر اس کی آنکھیں، زبان، دل، قدم، سب کچھ اللّٰہ کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں۔
🌠 فنا فی اللہ کی مثال: سورج اور ستارے
دن کے وقت سورج کی روشنی میں ستارے نظر نہیں آتے، حالانکہ وہ موجود ہوتے ہیں۔
ان کا نور مغلوب ہو جاتا ہے، معدوم نہیں۔
اسی طرح اللّٰہ والوں کی فنائیت بھی دراصل فنا نہیں، بلکہ وہ اپنے وجود اور صفات سے بے نیاز

ہو کر حق تعالیٰ کے جلوۂ عظمت میں گم ہو جاتے ہیں۔

جب وہ (سورج) ظاہر ہوا تو سب چھپ گئے تارے،
وہی ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

جب سورج طلوع ہوتا ھے تو ستارے موجود ہوتے ہوئے معدوم ہو جاتے ہیں کیونکہ سورج کا نور غالب ہوتا ھے

یہی ہے اصل مفہوم وحدۃ الوجود کا،
جسے جاہل لوگوں نے غلط تعبیر کر کے شبہات کا شکار بنا دیا۔

طلبِ عشقِ محبوبِ حقیقی

تو بہر جانے کہ باشی می طلب،
آب می جو دائماً اے خشک لب

جہاں بھی رہو، اللّٰہ تعالیٰ کی قربت کی طلب میں بے چین رہو۔ اے خشک لب! تو ہمیشہ اس آبِ حیات (قربِ الٰہی) کی تلاش میں سرگرداں رہنے کی عادت بنا، اور یہ بے قراری تجھے کسی ایسے بے چین عاشق کی صحبت سے ہی عطا ہو گی، جس کا دل اللّٰہ کی طلب میں بےقرار ہو۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:
ترمذی شریف:
مَن أَلحَّ فِي الدُّعاءِ فُتِحَ لَهُ
جو شخص دعا میں اصرار کرتا ہے، اس کے لیے (رحمت کے) دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

اگر کسی دروازے کو مسلسل کھٹکھٹاتے رہو گے، تو ایک دن ضرور اس در سے کسی کا چہرہ نمودار ہوگا۔"

اسی طرح، اگر تو اللہ کے در پر امید لگائے بیٹھا رہے گا، تو ایک دن ضرور اُس کی تجلّی تیرے قلب میں ظہور کرے گی۔ شرط یہ ہے کہ مجاہدات اور تکالیف کی راہ پر ثابت قدم رہے۔
جب تو نفس کی اصلاح، ریاضت اور مجاہدے کو اپنائے گا اور اپنے دل کو مسلسل یادِ الٰہی میں مصروف رکھے گا، تو ایک دن ایسا آئے گا کہ معیّتِ خاصہ (قربِ خاص) تیرے قلب میں منکشف ہو جائے گا۔

قرآن فرماتا ہے:
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ
(سورۃ الحجر، آیت 99)
اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہارے پاس یقین (یعنی موت) آ جائے۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ طالبِ حق کو دمِ آخر تک اللہ کی عبادت اور طلب میں مشغول رہنا چاہیے۔

محبوبِ حقیقی کی رضا:
اللہ تعالیٰ کو اپنے طالبین کی عاجزی، حیرانی، اور درماندگی پسند ہے۔ وہ ان کی ٹوٹی پھوٹی کوششوں کو بھی قبول فرماتا ہے۔ لہٰذا کسی عمل کو کمزور سمجھ کر ترک نہ کرو۔ یہ کوشش بھی سستی اور غفلت سے بدرجہا بہتر ہے۔

طالبینِ حق کے لئے بشارت:
جس بندے کو اللہ کا سچا طالب بنایا جاتا ہے،
اللہ تعالیٰ اس پر اپنی خاص توجہ فرماتا ہے
اور اُسے اپنا خاص بندہ بنا لیتا ہے۔
یاد رکھو:
جس طرح پیاسا پانی کو ڈھونڈتا ہے،
اسی طرح پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔
مایوسی کی گنجائش نہیں:
اے مخاطب! اگر تو فی الحال طالبِ حق نہیں بھی ہے تو مایوس نہ ہو۔ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں بیٹھ، کیونکہ ان کی برکت و فیض سے اللہ تعالیٰ تجھے بھی سچی طلب عطا فرما دے گا۔

دوستی کا معیار:

اگر کسی شخص کو اللہ کی طلب میں بے قرار اور بے چین دیکھو، تو اُس کے قریب ہو جاؤ، اُسے اپنا حقیقی دوست بنا لو، اور اُس کے سامنے اپنے نفس کو فنا کر دو۔ اسی میں خیر ہے، اسی میں فلاح ہے۔

اجتناب از صحبتِ بد

ہیں کہ ہر گمراہ را ہمرہ مداں،
غافلانِ خُفتہ را آگاہ مدان
خبردار
ہر گمراہ شخص کو اپنا ہم سفر نہ بناؤ،
اور جو لوگ اللّٰہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو کر
غفلت کی نیند سو رہے ہیں،
انہیں اہلِ معرفت سمجھ کر ان کی پیروی مت
کرو۔

برا ساتھی: زہرِ قاتل
برے ساتھی سے اللّٰہ بچائے! برے ساتھی سے اللّٰہ
بچائے اے عزت دارو نیک ساتھی تلاش کرو۔
کیونکہ صحبت اثر رکھتی ہے۔
اگر کوئی جاہل شخص تمہارے ساتھ دوستی اور
ہمدردی کا دعویٰ کرے
تب بھی اُس سے ہوشیار رہو اور دوری اختیار کرو،
کیونکہ اُس کی صحبت کا انجام تباہی ہے۔

دشمنیِ خردمنداں، بہ از دوستیِ ناداں
عقل مند کی دشمنی، نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔
حق ذاتِ پاک، اللہ الصَّمَد کی قسم
کہ برا سانپ بھی بہتر ہے برے دوست سے۔
کیونکہ:
زہریلا سانپ صرف جسم مارے گا،
مگر برا دوست تمہیں آہستہ آہستہ جہنم کی طرف کھینچ لے جائے گا۔
اسی لیے میں اللہ تعالیٰ کی حرمت، عزت، اور جلال کے واسطے سے
برے ساتھی سے پناہ مانگتا ہوں۔

مردِ کامل سے وابستگی:
جو شخص زندگی میں ہی اپنے نفس کو فنا کر کے اللہ کی رضا کے لیے اپنی ہستی کو قربان کر دے،
اور کسی زندہ مردِ کامل سے دل سے وابستہ ہو جائے، تو اے اللہ
اس کی آنکھیں ٹھنڈی فرما، اور اسے وصال کی دولت عطا فرما۔

افسوس ہے اُس نیک اور صالح شخص پر بھی جو کسی برے شخص کی صحبت اختیار کر کے اپنی نیکی برباد کر بیٹھا،
اور حقیقی زندگی سے محروم ہو کر غفلت کی موت مر گیا۔
صحبت کا اثر چھپتا نہیں،جیسا ماحول ہوگا، ویسا ہی رنگ چڑھے گا۔ اسی لیے فرمایا گیا:
الصّاحِبُ سَاحِبٌ
ساتھی، گھسیٹ لے جاتا ہے۔

سورة الفرقان، آیت 27-29:
وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝
ترجمہ:
اور ظالم (قیامت کے دن) اپنے ہاتھ چبائے گا، کہے گا: ہائے کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راہ پکڑی ہوتی! ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

اس آیت میں بری صحبت کے انجام پر پچھتاوے کو واضح کیا گیا ہے۔

حدیث (بخاری و مسلم):
المرءُ على دِينِ خَلِيلِهِ، فلينظرْ أحدُكم مَن يُخالِلُ
"آدمی اپنے دوست کے دین (طرزِ زندگی) پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر ایک دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔"

ایمان بالغیب

یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ
وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔
(البقرہ: 3)

یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ مے باید مرا
زان ببستم روزنِ فانی سرا
مولانا رومیؒ اسی نکتے کو بیان کرتے ہیں:
ہم نے تمہیں ایمان بالغیب کے لیے پیدا کیا، اس لیے کائنات کو ہر طرف سے بند کر دیا، تاکہ کوئی راستہ نظر نہ آئے سوائے یقین کے۔

حقیقی بندگی
کمال بندگی یہ نہیں کہ شاہ (بادشاہِ حقیقی) کو دیکھ کر اس کے احکام کی تعمیل کی جائے، بلکہ کمال یہ ہے کہ اُسے نہ دیکھتے ہوئے بھی اس کے احکام کو بجا لایا جائے۔
یہ اخلاص کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔
جو عمل اللہ تعالیٰ کی غیرموجودگی (بظاہر) میں کیا جائے، وہ اس عمل سے کئی درجے افضل ہے

جو صرف مشاہدہ کے وقت کیا جائے۔

ایمان بعد از مشاہدہ
ایمان وہی مقبول و محمود ہے جو غیب پر ہو،
یعنی بغیر دیکھے۔
مرنے کے بعد، جب سارا غیب آشکار ہو جائے گا،
تب کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا، کیونکہ وہ
ایمان بالغیب نہ ہوگا بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہو گا،
جو کہ قبولیت کے دروازے سے باہر ہے۔

نورِ ایمان کی عظمت
قیامت کے دن جہنم مؤمن سے کہے گی:
"جلدی میرے اوپر سے گزر جا، کیونکہ تیرا نور
میرے شعلے بجھائے دیتا ہے
یہ نورِ ایمان ہی ہے جو دوزخ کی آگ کو بجھاتا ہے،
کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے دفع ہوتی ہے، اور نور،
آگ کی ضد ہے۔
اگر تُو چاہتا ہے کہ دوزخ کی آگ تجھے نہ جلائے تو
اس پر رحمت کا پانی ڈال دے۔
یعنی:
کثرت سے استغفار کر،
آہ و زاری سے اپنے ربّ کو پکار،

اور اس کی رحمت کو اپنی جانب متوجہ کر لے۔
جب تک نفس کی خواہشات تازہ اور زندہ رہیں، ایمان میں تازگی پیدا نہیں ہو سکتی۔
یہ خواہشاتِ نفس ہی وہ قفل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے دروازے پر پڑے ہیں۔
ان کو توڑنا اور ان سے نجات پانا ہی اصل کامیابی ہے۔
یہی ہے ایمان بالغیب — وہ ایمان جو اندھیری رات میں، تنہائی کے عالم میں، شورِ دنیا سے دور، صرف اللہ تعالیٰ کے وعدے، وعید اور محبت پر استوار ہوتا ہے۔
بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ، فرشتے، قیامت، جنت، دوزخ، لوح، قلم، اور اللہ کے علم و قدرت پر مکمل یقین رکھنا۔
یہ وہ ایمان ہے جو انسان کو ظاہری اسباب سے بلند کر کے باطنی یقین کی دنیا میں داخل کرتا ہے۔ یہ یقین عقل کے دلائل سے نہیں، دل کے یقین سے پیدا ہوتا ہے۔

ایمان بالغیب کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آزمائش کا مقام بنایا ہے۔ اگر سب کچھ آنکھوں سے نظر آ جائے، تو پھر امتحان کیسا؟

اگر جنت سامنے ہو، تو ہر کوئی نیک عمل کرے۔
اگر دوزخ کی آگ نظر آئے، تو ہر کوئی گناہوں سے بچے۔
لیکن جو شخص نہ دیکھتے ہوئے بھی اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارے، وہی مخلص بندہ ہے، اور یہی اصل ایمان ہے۔
ایسے بندے کے متعلق حدیث ہے:
"طُوبىٰ لِمَنْ آمَنَ بِي وَلَمْ يَرَنِي"
خوش خبری ہے اس کے لیے جو مجھ ﷺ پر ایمان لایا اور مجھے نہیں دیکھا۔
(مسند احمد)

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا زِدْنَا إِيْمَانًا وَيَقِيْنًا وَهُدًى وَنُوْرًا وَبَصِيْرَةً
"اے ہمارے ربّ ہمارے ایمان، یقین، ہدایت، نور اور بصیرت میں اضافہ فرما:آمین

فوائدِ صحبت – اللہ والوں کی سنگت کے فیوض

صحبتِ مردانت از مردان کند
نارِ خنداں، باغ را خنداں کند
اللہ والے مردوں کی صحبت تجھے بھی مردِ کامل بنا دیتی ہے،
جس طرح ہنستا ہوا انار پورے باغ کو ہنسانے لگتا ہے۔ یہی ہے صحبت کا اثر

صحبت کاملین – راہِ فلاح

کاملین کی صحبت تجھے بھی کامل بنا دے گی۔
ان کی رفاقت، ایک ایسی روحانی تربیت گاہ ہے
جہاں دل نکھرتے ہیں، روح سنورتی ہے،
اور بندہ خدا کا یار بن جاتا ہے۔
جس طرح ایک نیا گھوڑا پرانے گھوڑوں کے ساتھ لگا کر بغیر مار پیٹ کے چال سیکھ لیتا ہے،
اسی طرح بندۂ گناہ گار بھی صالحین کی جماعت میں بیٹھ کر بے تکلف نیکی کا عادی بن جاتا ہے۔
مقبول بندوں کی صحبت مثلِ کیمیا ہے
جو فرشی کو عرشی بنا دیتی ہے،
یعنی گناہگار کو اللہ والا بنا دیتی ہے۔

جب ان کی صحبت اتنی برکت والی ہے،
تو ان کی ذاتِ گرامی کی برکت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟
نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اولیاء کی روحانی نگاہ، ایک لمحے میں وہ عطا کر دیتی ہے جو سالہا سال کی تعلیم اور عبادت بھی نہیں دے سکتی۔

یک زمانے صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اولیاء کی صحبت میں ایک لمحہ بے ریا سو برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ صحبت انسان کا باطن بدل دیتی ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند
نیکوں کی صحبت تجھے بھی نیک بنا دے گی
اور بروں کی صحبت، تجھے بھی بدکار کر دے گی۔
ایک شخص نے کہا:

آم کے درخت کی شاخ میں نیم کی شاخ لگ گئی،
جب دونوں ایک دوسرے سے متصل ہو گئے
تو آم کے میٹھے پھل بھی نیم کی تلخی سے
کڑوے ہو گئے۔ یہ صحبت کا اثر ہے

جو بندہ اللّٰہ والوں کی صحبت میں ہوتا ہے،
چاہے وہ آتش کدہ (آگ کا ماحول) میں بھی ہو،
وہ جگہ بھی اس کے حق میں باغ و بہار بن جاتی
ہے۔
اللّٰہ تعالیٰ کے پاک اور مقبول بندوں کی محبت
اپنے دل میں پیوست کر لو، اپنا دل کسی اور کو
نہ دو سوائے اُن کے، جن کے دل اللّٰہ کی محبت سے
معمور ہو چکے ہوں۔

⚔️ دل کی کشمکش
اے مخاطب!
تیرا دل تجھے اہلِ دل کی مجلس کی طرف
کھینچتا ہے، لیکن تیرے تن کی خاک (نفس)
تجھے دنیائے کیچڑ کی طرف گھسیٹتا ہے۔
یہی باطنی جنگ ہے — دل چاہتا ہے اُڑنا، نفس
کہتا ہے گرنا
باطنی دولت یعنی قربِ الٰہی نہ زبان سے ملتا

ہے نہ عمل سے، یہ صرف کاملین کی محبت سے نصیب ہوتا ہے۔
دوزخی، دوزخیوں کو کھینچتے ہیں اور نورانی لوگ نورانیوں کو۔ تو دیکھ تُو کس طرف جا رہا ہے

الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ، وَالْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ
(سورۃ النور: 26)
پاک مردوں کو پاک عورتیں دی جاتی ہیں
اور خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہوتی ہیں۔

اللہ والوں کی مجلس میں خاموشی اختیار کرو،
ادب سے بیٹھو،
اور خود کو نگینے کی طرح ممتاز مت سمجھو۔
یعنی فنا ہو جاؤ — بس یہی کامیابی ہے
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
میرے صحابہؓ بحرِ افکار میں صحیح فکر اور ہدایت کی نجوم (ستارے) ہیں۔
یعنی ان کی پیروی کرو، وہی تمہیں منزل تک لے جانے والے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی صحبت، ان کی محبت، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

توبۂ نصوح – سچی اور خالص توبہ

يَا أَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوٓا إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ۚ
"اے ایمان والو! اللّٰہ کے حضور خالص توبہ کرو۔"
(سورۃ التحریم، آیت 8)

توبہ کُن مردانہ، مہر آور برہ
کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ یرہ

اے عزیزا! مردانگی سے توبہ کر،
سچے دل سے اپنے ربّ کی طرف پلٹ آ،
کیونکہ کب تک گناہوں میں پڑے رہو گے؟
یاد رکھ
قیامت کے دن ہر چھوٹا بڑا عمل تیرے سامنے ہوگا:
فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝
وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ
(سورۃ الزلزال: 7-8)

حضرت آدمؑ کا نمونہ
رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِرِينَ
(سورۃ الاعراف: 23)

اپنے بابا حضرت آدم علیہ السّلام کی پیروی کر،
جنہوں نے بھول کے بعد اللہ کے حضور سچے دل
سے توبہ کی اور عزت کا مقام پایا۔
سچے بیٹے بھی یہی دعائیں کرتے ہیں

وبالِ جان
جو زندگی بغیر توبہ کے گناہوں میں غرق ہے،
وہ ایک عذاب ہے۔
جیسا کہ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا ۖ
وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ
ترجمہ:
"اور جو میری یاد (ذکر) سے منہ موڑے گا، تو یقیناً
اس کے لیے تنگ زندگی ہوگی، اور ہم اسے قیامت
کے دن اندھا اُٹھائیں گے۔"
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا
دیا کہ حقیقی سکون، راحت، اور کشادگی صرف
اللہ کی یاد میں ہے۔ جو لوگ اس یاد سے دور ہو
جاتے ہیں، وہ اگرچہ دنیا میں بہت کچھ حاصل
کر لیں، لیکن ان کے دل و دماغ میں اندھیرے اور
بے اطمینانی رہتی ہے۔ یعنی جو شخص اللہ کی
یاد سے غافل ہوگا، اس کی زندگی خواہ بظاہر

آسائشوں سے بھرپور ہو، لیکن باطنی طور پر وہ ہمیشہ تنگی، پریشانی، بے سکونی اور بے برکتی کا شکار اور بے بصیرت رہے گا۔
یاد رکھ
اللّٰہ سے غفلت، درحقیقت زندگی میں ہی موت ہے۔

سجدہ گاہ تر کن از اشکِ ہوَا
کہ خدایا وار بافہ مے گُماں
اپنے سجدے کی جگہ کو آنسوؤں سے تر کر دے،
اور گڑگڑا کر عرض کر:
اے میرے ربّ
مجھے گندے خیالات اور نفسِ امّارہ سے نجات عطا فرما۔ توبۂ نصوح کی برکت سے
اللّٰہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے:
فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍۗ
(سورۃ الفرقان، آیت 70 کا حصہ)
ترجمہ:
"تو ایسے لوگوں کی برائیاں اللّٰہ نیکیوں سے بدل دے گا۔"
یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہیں، اللّٰہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو معاف ہی نہیں کرتا، بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

خبردار
توبہ کو بہانہ بنا کر گناہوں پر جری نہ ہو۔
کہہ دینا "پھر توبہ کر لیں گے" خود توفیقِ توبہ کے سلب ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ اور مسلسل گستاخی، سرکشی بندے کو اس توفیق سے محروم کر سکتی ہے۔

سورۃ الجاثیہ، آیت 23:
أَفَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِۦ وَقَلْبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ ٱللَّهِ
ترجمہ:
کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا، اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں ڈال دیا، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی، اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ پس اللہ کے بعد اب کون ہے جو اسے

ہدایت دے؟

جو اپنی خواہشات کی پیروی کو اپنا دین و عقیدہ بنا لیتا ہے — یعنی گناہ کرتا ہے، اور پھر کہتا ہے "پھر توبہ کر لیں گے"
ایسے شخص کو اللہ ہدایت سے محروم کر دیتا ھے۔ سُننے، سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحیت چھین لی جاتی ہے — کیونکہ وہ بار بار جان بوجھ کر گستاخی کر رہا ہوتا ہے۔
اس پر توفیقِ توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

مسخِ عقل و فہم
اُمّتِ محمّدیہ ﷺ سے مسخِ چہرہ والا عذاب تو اٹھا لیا گیا، لیکن مسخِ عقل، فہم، نیت اور دل کا عذاب جاری ہے

سورۃ النور، آیت 40:
أَوْ كَظُلُمَـٰتٍۢ فِى بَحْرٍۢ لُّجِّىٍّۢ يَغْشَىٰهُ مَوْجٌۭ مِّن فَوْقِهِۦ مَوْجٌۭ مِّن فَوْقِهِۦ سَحَابٌۭ ۚ ظُلُمَـٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ
ترجمہ:
یا ان کے اعمال کی مثال گہرے سمندر کی اندھیریوں جیسی ہے، جس پر ایک لہر، اس پر اور

لہر، اور اس پر بادل ہے — اندھیرے ہی اندھیرے ہیں، ایک کے اوپر ایک۔

دل کی نیت جب خالص نہ رہے، تو دل اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔
مسخِ چہرہ بنی اسرائیل پر ہوا، جب وہ ظاہری نافرمانی میں حد سے گزرے۔
اُمتِ محمدیہ ﷺ کو ظاہری عذاب سے رحمتِ مصطفٰی ﷺ کی وجہ سے بچا لیا گیا،
لیکن جب ہم نے دل، نیت، عقل، اور باطن کو گناہوں سے آلودہ کیا،
تو مسخِ باطن کا عذاب ہم پر مسلط کر دیا گیا۔
چہرے تو روشن ہیں، لیکن دل سیاہ...
زُلفیں سنوار لیں، مگر نیتیں بگڑ گئیں...
مسجدیں آباد، مگر دل ویران...

پس اے طالبِ حق سچے دل سے آج ہی توبہ کر، کیونکہ رب کا درِ رحمت کھلا ہے لیکن وقت تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

توبہ کر، کہ در کھلا ہے
پلٹ آ، کہ ربّ بلا رہا ہے۔

آداب المریدین

(فیضانِ صحبتِ شَیخِ کامل)

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش،
سست ریزندہ چو آب و گل مباش۔

جب ایک مرید نے اپنے مرشدِ کامل کی چادر تھام لی، تو اب اسے کمزور دل، نازک مزاج اور خاک و پانی کی طرح بکھرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔ راہِ سلوک میں کامیابی کا راز یہی ہے کہ مرید اپنے پیر و مرشد کے ہر حکم پر صبر و استقامت سے عمل کرے، خواہ کتنی بھی سختی یا آزمائش ہو۔

❖ اطاعتِ مرشد:
جو شخص شَیخ کے احکام کا سچا غلام اور وفادار بن کر سلوک کی راہ پر چلتا ہے، تو وہ ایک دن ضرور خالص معرفتِ الٰہی کی شراب سے سیراب ہو جاتا ہے۔

❖ معاند کی نحوست:
اگر کسی روحانی مجلس میں ہزاروں طلباء موجود ہوں، لیکن ان میں ایک معترض اور بے طلب بھی ہو، تو وہ ایک بدنصیب سامع پورے ماحول کی روحانیت پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اس کی باطنی نحوست مضامینِ حق کی آمد میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

❖ اولیاء کا طریقِ تربیت:
اولیائے حق بظاہر مریدوں کے ساتھ سختی اور بے نیازی سے پیش آتے ہیں وہ دنیا کے سامنے خود کو گمنام رکھتے ہیں، مگر ان کے دل میں اللہ کی دولتِ باطن محفوظ ہوتی ہے، جسے وہ محنت و مشقت سے مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔

❖ ادب، نیاز، اور تواضع:
اللہ کی محبت اور خشیت کی امانت مرشد اپنے اسی طالب کو دیتا ہے، جس میں وہ ادب، اخلاص، اور نیازمندی دیکھتا ہے۔ مرشد کے سامنے جھکنے والا ہی اللہ کے سامنے اٹھایا جاتا ہے۔

❖ تاثیرِ مجلس:
اگر سامعین میں سچی طلب ہو، تو واعظ خواہ کیسا بھی ہو، وہ زندہ ہو جاتا ہے اور زبان سے فیضانِ الٰہی جاری ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر طلب نہ ہو تو زباں بند، دل جامد اور کلام بے کیف ہوتا ہے۔

❖ قلبی مناسبت:
جب کسی سے مل کر دل میں بات کرنے کی تحریک پیدا ہو، تو یہ اس شخص سے باطنی نسبت کی علامت ہے۔ اور اگر کوئی مناسبت نہ ہو تو زبان رکی رہتی ہے اور کلام میں روانی نہیں آتی۔

❖ بصیرت کا معیار:
زیبائش و آرائش اندھوں کے لیے نہیں بلکہ بینا لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ اسی طرح مرشدِ کامل کی تعلیمات بھی انہیں عطا ہوتی ہیں جن کی آنکھیں طلب کی بینائی رکھتی ہوں، ظاہری دکھاوے کے بھوکے اس سے محروم رہتے ہیں۔
جب حق تعالیٰ کے خاص بندے طالبین کے ہاتھوں کو پکڑ لیتے ہیں، تو اپنی صحبت، ارشادات اور تربیت کے ذریعے طالب کو مولیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔"

مرشد کامل کی تلاش اور صحبت کا فیض

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
اُو ز غولاں گمرہ و در چاہ شد

جو شخص بغیر مرشد کے راہِ حق پر چلا، وہ گمراہ ہو کر شیطان کے چنگل میں جا گرا۔

جو شخص راہِ حق پر بغیر مرشد کے قدم رکھتا ہے، وہ گمراہی کے اندھیرے میں جا گرتا ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر شیروں جیسا باہمت ہو، مگر وہ اپنی ہمت کے باوجود اس کنویں سے نکل نہیں سکتا جس میں وہ بے راہبری کے باعث گر چکا ہوتا ہے۔ ایسا ممکن ضرور ہے کہ کوئی شخص نادر طور پر تنہا یہ راہ طے کرے، لیکن وہ بھی درحقیقت کسی کامل ولی کی غائبانہ توجہ، نگاہِ کرم اور روحانی فیضان سے ہی منزل تک پہنچتا ہے۔

اندھا شخص، چاہے کتنا بھی سمجھ دار کیوں نہ ہو، اگر بغیر لاٹھی یا راہبر کے چلے تو لازماً راستہ کھو بیٹھے گا۔ اسی طرح سالک کے لیے مرشد

کامل کی رہنمائی ایسی ہی ہے جیسے اندھے کے لیے لاٹھی۔

مرشد کامل کی حقیقت:
پیر کامل صرف بیعت لینے والا نہیں، بلکہ حقیقت میں راہِ حق کا وسیلہ، سیڑھی اور چراغ ہوتا ہے۔
اس کی نظر اور نگاہ محض ظاہر پر نہیں، بلکہ وہ باطن میں بھی اصلاح کرتا ہے۔
اس کی توجہ غائبانہ بھی اثر رکھتی ہے۔
پیر کامل سے بیعت کرنا گویا اللّٰہ تعالیٰ سے عہد و توبہ کرنا ہے۔
کیا تیر کمان کے بغیر اڑ سکتا ہے؟
اگر تیر قیمتی ہو اور کمان معمولی، تب بھی تیر اپنا کام دکھا دیتا ہے۔
یعنی اگر مرید علم والا ہو، لیکن شَیخ ظاہری علم میں کم بھی ہو، تو بھی شَیخ کی صحبت سے وہ مرید کامل بن جاتا ہے۔

نسبت اور فیضانِ صحبت:
اگر مور کا انڈا مرغی کے پروں کے نیچے رکھ دیا جائے، تو اُس سے مور ہی پیدا ہوتا ہے، یہ صحبتِ صالحین کا فیض ہے کہ کمال دوسروں میں منتقل

ہو جاتا ہے۔"
اگر کوئی طالب کسی ولی اللّٰہ کے قرب سے محروم رہے، تو وہ لاکھ کوشش کرے، باطنی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

اللّٰہ والوں کی شان:
ان کا جسم زمین پر ہوتا ہے، مگر روحیں عرش سے متّصل ہوتی ہیں۔
یہ قلب و روح کے اطباء ہوتے ہیں، جو اپنے کلام میں نورِ قلب شامل کر کے طالب کو منور کرتے ہیں۔
ان کی باتیں دل کو سکون اور عمل کی طرف رغبت دیتی ہیں، جب کہ اہلِ ظاہر کی باتیں انتشار اور دکھاوا پیدا کرتی ہیں۔

بیعت کا اثر:
جس دن انسان کسی کامل پیر کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے، وہ باطل نظریات، شیطانی وسوسوں اور گمراہ فرقوں کے جال سے آزاد ہو جاتا ہے۔
سلوکِ طریقت میں راہبر وہی بن سکتا ہے جو خود شریعت کا پابند ہو اور طالب کو بھی اس راہ پر گامزن کرے۔

طالبین کے لیے نصیحت:
جس وقت کسی ولی اللّٰہ سے باطنی مناسبت محسوس ہو، تو فوراً اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دو۔
اگر تم کہتے ہو کہ ہمیں کوئی اللّٰہ والا نظر نہیں آتا، تو تلاش جاری رکھو۔
اللّٰہ والے اگر زمین پر نہ ہوں، تو زمین قائم نہ رہے۔
یعنی اللّٰہ اللّٰہ کہنے والے ہی زمین کو قیامت سے بچائے ہوئے ہیں۔
اگر تم روز کنویں کی مٹی نکالتے رہو گے،
تو ایک دن ضرور پانی سے تمھارا وصال ہو جائے گا۔
یعنی محنت، استقامت اور صحبتِ شَیخ کے ساتھ اگر تم سلوک کی منازل طے کرتے رہو، تو ایک دن وصالِ حق کی روشنی ضرور حاصل ہوگی۔

ذکر، نور اور نجات

اُذْکُرُوا اللّٰہَ شَاہَ مَا دَسْتُوْرْ دَادْ،
اَنْدَرْ آتَشْ دِیْدْ وَ مَا رَا نُوْرْ دَادْ

اللّٰہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی یادِ کثیر کا عظیم الشّان حکم عطا فرمایا۔ جب ہم خواہشاتِ نفس کی آگ میں جل رہے تھے، تو اسی اُذْکُرُوا اللّٰہَ کے حکم نے ہمیں نور کی طرف بلا لیا۔
جیسے دوزخ کی آگ مؤمن سے فریاد کرتی ہے:
اے مؤمن جلدی گزر جا، تیرا نور میری آگ کو بجھاتا ہے اسی طرح دنیا میں جو لوگ شہوت و نفسانی خواہشات کی آگ میں جل رہے ہوتے ہیں، جب وہ کسی اللّٰہ والے کی صحبت میں آ کر ذکر کرتے ہیں، تو وہ اس آگ سے نجات پا لیتے ہیں۔
شہوت کی آگ کو صرف نورِ خدا بجھا سکتا ہے۔
یہی وہ نور ہے جس کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لیے آتشِ نمرود ٹھنڈی ہو گئی۔ پس اے سالک تو بھی اس نور کو حاصل کر، کہ یہی تیرے لیے راہِ نجات ہے۔
ذکرِ الٰہی پاکیزہ ہے، اور جب تو اس پاک نام کو اپنی زبان پر لائے گا، تو تیری ناپاکی فوراً راہِ فرار

اختیار کرے گی۔ ہر شے اپنی ضد سے بھاگتی ہے،
جس طرح رات دن کے سامنے چھپ جاتی ہے،
اسی طرح ذکر کی روشنی آتے ہی دل و جان کی
ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں۔
جب اللہ تعالیٰ کا مقدس نام تیرے لبوں پر جاری
ہوگا، تو نہ صرف ناپاکی دور ہو جائے گی، بلکہ
تیرا وجود بھی پاکیزہ ہو جائے گا۔

اللہ، اللہ
کیا شیریں نام ہے کہ سننے اور کہنے سے دل و جان
شِیر و شَکر ہو جاتے ہیں۔ یہ نام قلب و روح کو
تسکین دیتا ہے، اور دل کے ہر گوشے میں نور بھر
دیتا ہے۔
ایک حکمت آموز واقعہ
ایک دن ابلیس نے ایک صوفی ذاکر سے کہا:
اے کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے کیا تجھے
کبھی اللہ کی طرف سے کوئی جواب بھی ملا؟
اسی لمحے صوفی کو غیب سے آواز آئی
اے میرے بندے! جب تو پہلی بار اللہ کہتا ہے اور
میں تجھے دوبارہ کہنے کی توفیق دیتا ہوں، تو
یہی میرا لبّیک ہے۔ اگر پہلا اللہ قبول نہ ہوتا، تو
دوسرا تیرے منہ سے نہ نکلتا

اے سالک تیرا عشق، تیرا خوف، تیرا تعلق — یہ سب میری عطا ہیں۔ تیری محبت، میری محبت کا ہی پرتو ہے۔ تُو جو ہر بار لبیّک کہتا ہے، اس کے پیچھے میرے بے شمار لبّیک شامل ہوتے ہیں۔

فکر کا جمود اور ذکر کی گرمی
اگر اس وضاحت کے بعد بھی تو حقیقت کو نہیں سمجھ سکا، تو غور و فکر کر اور اگر تیری فکر جمود کا شکار ہے، تو ذکر شروع کر دے، کہ ذکر کی گرمی تیرے جمود کو پگھلا دے گی۔
ذکر، سورج کی مانند ہے
یہ دل و دماغ کو حرارت دیتا ہے، فکر کو حرکت عطا کرتا ہے، اور جمود کو توڑ کر نئی زندگی عطا کرتا ہے۔
فکر مفید وہی ہے جو راستہ دکھائے،
اور راستہ وہی بہتر ہے جو تجھے شاہِ حقیقی، سلطان السّلاطین، یعنی اللّٰہ تعالیٰ تک پہنچا دے۔

ریاضتِ درویش، نعمتِ بقاء

رَاهِ دُوْرَسْتْ اَےْ پِسَرْ، ہُشْیَارْ بَاشْ
خُوَابْ بَا گُوْرَا فَگَنْ، وَ بِیْدَارْ بَاشْ

اے سالک یہ راہ بہت دور اور کٹھن ہے، ہوشیار ہو جا۔
نیند کو اعتدال تک محدود رکھ، اور باقی نیند قبر کے لیے چھوڑ دے۔
جاگ، بیدار ہو جا کیونکہ محبوبِ حقیقی کی رضا بیداری میں ہے۔
جو کوئی مجاہدہ کرتا ہے، وہی قربِ الٰہی کو پاتا ہے۔ جس نے مشقت، صبر اور رنج کو خندہ پیشانی سے قبول کیا، اس نے باطنی خزانوں کے دروازے کھول لیے۔
درویشوں، صالحین اور صادقین کو ریاضت اس لیے کرنا پڑتی ہے تاکہ وہ فنائے نفس کے ذریعے بقاءِ روح کی دولت سے بہرہ مند ہو سکیں۔
ریاضت، ظاہری مشقت نہیں بلکہ باطنی پاکیزگی کا راستہ ہے۔ یہ خواہشاتِ نفسانیہ کی آگ کو بجھانے کا عمل ہے اور روح کو بلند تر مراتب تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اے مخاطب اگر تو ہوائے

نفس سے آزادی چاہتا ہے، اگر تو دل کی حیات اور باطنی سکون کا طلبگار ہے، تو پھر:

بندگی کنم بندگی

یعنی پورے وجود کے ساتھ اطاعتِ حق اختیار کر اپنی ذات کو بندگیِ خالص میں فنا کر دے، کہ یہی فناء تجھے بقاء تک لے جائے گی۔

عاجزی کی دولت، آنسوؤں کا خزانہ

زور را بگذار، زاری را گزیں
رحم سوئے زاری آید اے مہیں

اے عزیز طالبِ مولیٰ
طاقت پر گھمنڈ نہ کر۔ عاجزی، انکساری اور بے بسی کو اختیار کر۔ حق تعالیٰ کی رحمت صرف زاری کرنے والوں، ٹوٹے دل والوں، اور گداز آنکھوں والوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔
وہی آنکھیں مبارک ہیں جن میں یادِ حق کے آنسو بستے ہیں۔ وہی دل خوش نصیب ہے جو عشقِ محبوبِ حقیقی میں تڑپتا ہے۔ آنکھیں وہی ٹھنڈی ہیں جو نیک عمل اور راہِ نیاز اختیار کرتے ہوئے اللہ کے حضور آہ و زاری میں بھیگتی ہیں۔
جو شخص اللہ کے حضور سچے دل سے تضرّع اور گریہ کرتا ہے، وہ باطن میں مسرور اور نور سے معمور ہوتا ہے۔
جب ربّ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر رحم و فضل فرمانا چاہتا ہے، تو اُسے رونے، تڑپنے، آہ کرنے کی طرف مائل کر دیتا ہے۔

یہ دل ایک خشک باغ کی مانند ہے
اور آنکھ مثل ابر ہے — اور ابر کے رونے ہی سے
باغ ہرا بھرا ہوتا ہے۔
جس طرح موم بتی پگھلنے پر روشنی دیتی ہے،
اسی طرح انسان کی آنکھ جب روتی ہے،
تو قلب منور ہوتا ہے۔
جب تک ابر نہیں برستا، چمن نہیں ہنستا۔
جب تک بچہ نہیں روتا، ماں کا دودھ نہیں آتا۔
یہ راز ایک دن کا بچہ بھی جانتا ہے
کہ رونا ہی رحمت کو کھینچ لاتا ہے۔
جو آنسو اللہ کی رضا کے لیے بہائے جاتے ہیں
وہ موتی ہوتے ہیں اگرچہ مخلوق انہیں صرف
پانی سمجھتی ہے۔ حق تعالیٰ گناہگاروں کے سچے
آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن دیتا
ہے۔ اس سے بڑا کوئی انعام، کوئی مقام نہیں۔
اے چشمِ غافل، بیدار ہو
اے آنکھ! ایک رات اپنی نیند قربان کر اور دیکھ
اللہ والے راتوں کو کیسے روتے، تڑپتے اور اپنے
مولیٰ سے راز و نیاز کرتے ہیں۔
کاش ہمارے آنسو دریا کی مانند بہنے لگیں،
تو ان آنسوؤں کو ہم اپنے محبوبِ حقیقی پر فدا
کر دیں۔

میں اس ربّ کی رضا کے لیے روتا ہوں جسے نالہ و گریہ محبوب ہے، جو غمِ عشق کو دونوں جہان سے بہتر جانتا ہے۔
جہاں پانی رواں ہوتا ہے وہاں سبزہ اگتا ہے،
اور جہاں آنسو بہتے ہیں، وہاں رحمت نازل ہوتی ہے۔ وہ بندہ خوش بخت ہے جس کا گریہ مشہور نہ ہو مگر مقبول ہو۔

جاہ و منصب اور شہرت کی طلب

مال و منصب تا کے ارد بدست
طالبِ رسوائے خویش اُو شدست
ترجمہ: جو شخص مال و منصب کا حریص ہوتا ہے، وہ دراصل اپنی ہی رسوائی کا طلبگار ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص خود طلب نہ کرے، مگر اللہ تعالیٰ کسی کو منصبِ ارشاد (روحانی رہنمائی کا مقام) پر بغیر طلب کے فائز فرما دے، تو اللہ تعالیٰ خود ہی اُسے اپنی خصوصی حفاظت میں رکھتے ہیں۔
جو شخص شہرت و سرداری کا خواہشمند ہو
یا تو بخیل ہو جاتا ہے اور مخلوق پر کچھ خرچ نہیں کرتا۔
یا اگر سخی بنے، تو بے موقع اور نااہل پر خرچ کرتا ہے۔
سرداری اور شہرت کی طلب نہ کرو۔
بلکہ فقیرانہ، سادہ اور خود دار زندگی اختیار کرو۔
اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو، بلکہ اپنے کام خود کرنے کی عادت اپناؤ۔

مخلوق میں مشہور ہو جانا ایک سخت قید ہے،
جو قیدِ آہنی سے کم نہیں۔
دانہ کی طرح زمین میں چھپے رہو، ورنہ چڑیاں
چگ جائیں گی۔
کلی کی طرح شاخوں پر ظاہر ہوئے تو بچے کھیل
بنائیں گے اور نوچ ڈالیں گے۔

تعریف کا فتنہ
جب ہر طرف سے لوگ تعریف کریں، دیوانہ و
مست بن جائیں،
تو بندہ تکبر کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے
آپ پر قابو کھو بیٹھتا ہے۔
نفس کو لوگوں کی تعریف اور خوشامد بہترین
لقمہ لگتی ہے۔
لیکن یاد رکھو یہ نغمہ آگ سے بھرا ہوا ہے، جو
بندے کو تکبر میں مبتلا کر کے دوزخ تک پہنچا
دیتا ہے۔
جانور بھوسہ اور کھلی کھا کر موٹا ہوتا ہے، اور
انسان کان کے راستے (تعریف سن کر) موٹا ہو جاتا
ہے۔
نفس زیادہ تعریف سن کر فرعون بن جاتا ہے

حسد – راہِ حق کی سب سے بڑی رکاوٹ

عُقبہ زیں صَعب تر در راہ نیست،
اے خُنَک آں کَس کِہ حسد ہمراہ نیست
ترجمہ:
راہِ سلوک میں اس سے زیادہ مشکل گھاٹی کوئی نہیں جتنی حسد ہے۔
مبارک ہے وہ شخص جس کا دل حسد سے پاک ہے۔
آگِ حسد سے کئی گھر برباد ہو گئے۔
بڑے بڑے شاہین صفت سالک راہِ حق سے پھسل کر باطل کی راہ پر جا گرے۔
یوسف علیہ السّلام کو بھائیوں نے حسد کے سبب کنویں میں ڈالا۔
بہانہ بھیڑیے کا کیا، مگر اصل سبب حسد ہی تھا۔
ابلیس نے آدم علیہ السّلام کی تعظیم نہ کی، صرف اس لیے کہ: میں اس سے بہتر ہوں
یہ غرور اور حسد اسے لعنتی بنا گیا۔
ابو جہل، جس کا اصل نام ابوالحکم (دانش مند) تھا،
حسد ہی کے باعث سید الانبیاء ﷺ کی اطاعت قبول نہ کر سکا، اور ابو جہل کہلایا۔

جس شخص کا مزاج فاسد اور طبیعت بیمار ہو،
وہ کسی کی بھلائی اور ترقی برداشت نہیں کرتا۔
حاسد جب کسی کا کمال دیکھتا ہے تو گویا اسے
روحانی قولنج ہو جاتا ہے۔
اے حاسد اگر کچھ حاصل کرنا ہے تو خود بھی
کمال حاصل کرو تاکہ دوسروں کا کمال دیکھ کر
غمزدہ نہ ہونا پڑے۔
خبردار! اللّٰہ کے نیک بندوں سے حسد نہ کرو،
ورنہ دنیا میں ابلیس کی طرح ذلیل ہو جاؤ گے
اور رحمتِ الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے۔
اپنے طاؤسی پروں پر ناز نہ کرو، بلکہ اپنے کالے
پیروں کو دیکھو
یعنی اپنی خوبیاں دیکھ کر غرور نہ کرو،
بلکہ اپنی کمزوریوں اور گناہوں کو یاد رکھو تاکہ
عجز و انکساری پیدا ہو۔
جو اپنی خوبیوں پر مغرور ہو، اس کے دل میں
اللّٰہ والوں سے حسد جنم لیتا ہے۔
جو اپنی برائیوں کو دیکھے، وہ اللّٰہ کا شکر گزار
اور مخلوق کا خیرخواہ بنتا ہے۔
اللّٰہ والوں کے قدموں کی خاک بن جاؤ اور اپنے
حسد کے سر پر خاک ڈالو اپنے نفس،خود پسندی
کو چھوڑو۔

کسی کامل مرشد کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، اور مردہ کی طرح اس کے سپرد ہو جاؤ جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

ظلم – کنواں جو خود پر کھودا جاتا ہے

اے کہ تو از جاہ ظلمی می‌کنی
از برائے خویش چاہے می‌کنی

ترجمہ:
اے شخص! اگر تو حکومت، اختیار یا طاقت کے زعم میں آ کر مخلوقِ خدا پر ظلم کرتا ہے،
تو درحقیقت اپنے لیے رسوائی اور عذاب کا کنواں خود کھود رہا ہے۔

ظالم کا ظلم اسی پر پلٹتا ہے
علمائے حق فرماتے ہیں:
ظلم کا انجام ظالم کے لیے اندھیرے کنویں کی مانند ہوتا ہے — جہاں نہ روشنی ہے نہ راستہ

سورۃ ابراہیم (14:27)
وَيُضِلُّ ٱللَّهُ ٱلظَّـٰلِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ
ترجمہ:
اور اللہ ظالموں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

سورۃ الأنعام (6:58)
إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظْلِمُ ٱلنَّاسَ شَيْـًٔا وَلَـٰكِنَّ ٱلنَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ
ترجمہ:
بیشک اللّٰہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا،
بلکہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

طاقت، جاہ و منصب کی مستی اگر عدل سے ہٹے،
تو وہ شیطانیت بن جاتی ہے۔
اگر کوئی کمزور مظلوم زمین پر ظلم سے تنگ آ کر پناہ ڈھونڈتا ہے، تو آسمان پر فرشتوں کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور جب مظلوم کی آہ و نالہ بلند ہوتی ہے، تو عرشِ الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔ مظلوم کے آنسو جب زمین پر گرتے ہیں تو آسمان ربِ عظیم سے فریاد کرتا ہے کہ اے مالک یہ تیرا کمزور بندہ ہے بس ہے تو ہی اس کا انصاف کر
جب تک کوئی قوم کسی اللّٰہ والے کا دل نہیں دکھاتی، اللّٰہ ربّ العزت اس قوم پر عذابِ رسوائی نازل نہیں کرتا۔
جس دن ولی اللّٰہ کا دل زخمی ہوتا ہے،
اس دن تقدیر کا قلم اس قوم کے لیے سیاہی سے نہیں خون سے فیصلے لکھتا ہے۔

خشم و غصہ – ضبطِ نفس کی آزمائش

تَرکِ خَشم و شَہوَت و حِرص آوری
ہَست مردے، وَرگِ پیغمبری عَلَیہِ السَّلام

ترجمہ:
غصہ، شہوت اور حرص کو ترک کرنا مردانِ حق کا شیوہ ہے اور پیغمبروں عَلَیہِ السَّلام کی سنت ہے۔

باطنی دشمن: غصہ، شہوت، حرص
یہ تینوں: غصہ، شہوت اور حرص انسان کو روحانی اندھا (احول) بنا دیتے ہیں۔
انسان کی بصیرت چھن جاتی ہے، استقامت بگڑ جاتی ہے، اور دل میں نورِ حق کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی حکمت بھری تعلیم
ایک عقلمند نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پوچھا: زندگی میں سب سے مشکل چیز کیا ہے؟
آپ عَلَیہِ السَّلام نے فرمایا:
خدا کا غصہ سب سے زیادہ ہولناک ہے،
حتیٰ کہ دوزخ بھی اس سے کانپ اٹھتی ہے۔

اس نے عرض کیا:
تو اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟
آپ عَلَیہِ‌السَّلام نے فرمایا:
اپنے ذاتی غصے کو پی جاؤ
اور اسے مخلوقِ خدا پر نافذ نہ کرو۔
یاد رہے
غصہ ترک کرنے کا مطلب ہر جگہ خاموش رہنا نہیں
جب ذاتی، نفسانی، خودغرضی والا غصہ آئے، تو خاموشی، صبر اور درگزر اختیار کرنا لازم ہے۔
لیکن جب دینِ حق، شریعت، یا مظلوم پر ظلم کے خلاف غصہ آئے،
تو وہاں غصے کا اظہار کرنا حق ہے، عبادت ہے، اور فرض ہے۔
عام انسان تو کیا، اہل علم بھی اگر شَیخِ کامل کی صحبت سے محروم ہوں
تو ان کا غصہ نفسانی شکل اختیار کر لیتا ہے۔
کیونکہ:
علم تنہا رہ جائے تو وہ تکبر میں بدل سکتا ہے۔
لیکن جب علم کو اہلِ دل کی صحبت نصیب ہو،
تو وہ حکمت و حلم میں ڈھل جاتا ہے۔
جو شخص اپنی شہوت کو ضبط کرے وہ

فرشتوں کی راہ پر آ جاتا ہے۔ جو شخص اپنے غصے کو پی جائے وہ اولیاء کے قدموں کے قریب آ جاتا ہے۔ جو شخص دنیا کی حرص سے آزاد ہو جائے وہ ربّ کی رضا کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔

اجتناب از صوفیائے مزور و نقلی

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست
ترجمہ:
کئی بار ابلیس انسانی چہرہ لے کر آتا ہے،
لہذا ہر ہاتھ والے کو فوراً اپنا ہاتھ نہ دے دیا کرو۔

کچھ لوگ بزرگوں کی باتیں اور روحانی
اصطلاحات زبانی یاد کر لیتے ہیں۔
مقصد؟
فقط عوام کو دھوکہ دینا، طالبینِ حق کو گمراہ
کرنا، اور اپنا دنیاوی راستہ ہموار کرنا۔
میں بھی خلیفہ ہوں میں بھی نائبِ حق ہوں
یہ جھوٹے دعوے صرف دنیا کمانے کے لئے ہوتے
ہیں۔
پانی میں ہمیشہ رہنا صرف مچھلیوں کا کام ہے،
اسی طرح ہر وقت اللّٰہ سے جُڑا رہنا صرف اہل اللّٰہ
کا کام ہے۔
نقلی صوفی لوگوں کے سامنے تو عاجزی، ذکر و
مراقبہ میں مشغول ہوتا ہے،

مگر خلوت میں فرائضِ شریعت تک ترک کر دیتا ہے۔
سانپ چاہے مچھلی کا لباس پہن لے، مگر وہ پانی میں زیادہ دیر نہیں رہ سکتا۔
آخرکار گھبرا کر اپنے بل کی طرف بھاگ جاتا ہے۔
خشکی پر ہزاروں نقش و نگار ہوتے ہیں،مگر مچھلی کے لیے خشکی موت ہے۔ وہ طوفان زدہ پانی میں بھی خوش رہتی ہے۔
اسی طرح اللّٰہ والے دنیاوی نقش و نگار (مال، شہرت، آرام) سے دور بھاگتے ہیں۔
ان کے لیے صرف اللّٰہ کی رضا ہی زندگی ہے، خواہ اس راہ میں طوفان آئے یا آزمائشیں۔

برخلاف، نقلی صوفی کے جو معمولی دنیاوی فائدے کے بدلے میں بک جاتا ہے۔
ہر داڑھی والے، دستار والے کو کامل نہ سمجھو۔
نہ ہر ذکر کرنے والا اللّٰہ والا ہے، اور نہ ہر خاموش رہنے والا گمراہ۔ صوفی وہ نہیں جو باتوں سے دل بہلائے،
بلکہ وہ ھے جو حال میں جیتا ھے اور حق کی حضوری میں ہوتا ھے۔

طلبہائے دنیا

انبیائے کرام علیہم السّلام نے ہمیشہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دی، اور دنیا کو آخرت کا تابع بنا کر استعمال کیا۔ مگر جاہلوں نے دنیا کو اصل مقصد بنا لیا اور آخرت کو پس پشت ڈال دیا۔

اگر تمہارے دل میں اللّٰہ تعالیٰ کی طرف میلان و رغبت پیدا ہو تو یہ اس کی ایک خفی عنایت ہے، ایک "جذبِ خفی" ہے، جس پر شکر بجا لانا چاہیے۔ دل کے پر سیر الی اللہ کے لیے وا کر دو، بالکل "ہُما" کی مانند۔
ہُما کی مثال یہاں عظمتِ شان کے لیے دی گئی ہے، کیونکہ پرندوں میں وہ سب سے مبارک اور بلند مرتبہ سمجھا جاتا ہے۔
1. مبارک پرندہ:
کہا جاتا ہے کہ ہُما جس کے سر پر سایہ ڈال دے، وہ بادشاہ بن جاتا ہے یا ولی اللّٰہ بن جاتا ھے اس لیے یہ عزت، عظمت اور روحانی انتخاب کی علامت ہے۔

2. بلند پرواز:
ہُما زمین پر کبھی نہیں اترتا، بلکہ ہمیشہ فضا میں بلند پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس لیے یہ بلندی فکر، تزکیہ نفس، اور دنیا سے بے رغبتی کی علامت ہے۔
3. نادیدہ و نایاب:
ہُما عام آنکھ سے نظر نہیں آتا، اس لیے یہ باطنی حقیقتوں، روحانی درجات، اور معرفتِ الٰہی کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔
4. صوفیانہ معنی:
صوفیا کرام کے ہاں ہُما روحِ سالک کی مثال کے طور پر آتا ہے، جو دنیاوی قید سے آزاد ہو کر سیر الی اللّٰہ میں مصروف ہوتی ہے۔
اسی طرح سالکین کی ارواح بھی عام انسانوں کے مقابلے میں مبارک، افضل اور سیر الی اللّٰہ کے لیے موزوں ہوتی ہیں۔
مخلوقِ خدا سب بچے ہیں، سوائے ان عاشقانِ خدا کے جنھوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو شریعتِ الٰہیہ کے تابع کر لیا ہو۔ حقیقتاً بالغ وہی ہیں جو اپنی خواہشات کو قابو میں رکھ کر حق کی طلب میں جُت گئے ہوں۔
آج جو چیزیں تمہیں خوشی دیتی ہیں، انھی کی جدائی کے بارے میں اس لمحے سوچنا چاہیے،

کیونکہ ہر نعمت، ہر تعلق اور ہر خوشی عارضی ہے۔
فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ھے
أَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ
جس سے چاہے محبت کر، مگر یاد رکھ کہ تُو اس سے جدا ہونے والا ہے۔
یہ دنیا قید خانہ ہے اور ہم سب اس میں قیدی ہیں۔ اس قید خانے سے آزادی کی راہ تلاش کرو۔ یہ راہ سیر الی اللہ اور تعلق مع اللہ ہے۔ لیکن یاد رکھو، ایک قیدی دوسرے قیدی کو آزاد نہیں کرا سکتا۔ اس لیے ایسے کاملین کی صحبت اختیار کرو جن کے اجسام اگرچہ دنیا میں ہوں، مگر روحیں عالمِ بالا سے جُڑی ہوں۔ وہی اپنی روحانی طاقت سے دوسروں کو بھی دنیا کی قید سے آزاد کر سکتے ہیں۔
اگر قفس میں قید پرندہ اپنی خلاصی کی فکر نہ کرے، تو یہ اس کی نادانی ہے۔
اللہ والوں کی جانوں پر دنیا خود نثار ہو جاتی ہے، جبکہ اہل دنیا اپنی جانوں کو دنیا کے لیے قربان کرتے ہیں۔ جو شخص اللہ کے لیے دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے، دنیا خود اس کے قدموں میں بچھ جاتی ہے۔

دنیا کا مطلب صرف سونا، چاندی، اولاد یا بیوی نہیں۔ بلکہ "دنیا" اس غفلت کا نام ہے جو اللّٰہ تعالیٰ سے دُور کر دے۔ اگر ان تعلقات کے ساتھ بھی اللّٰہ سے تعلق قائم رہے اور غالب رہے تو وہ دنیا نہیں، دین ہے۔

فرمانِ مرشدِ کریمؒ
دنیا کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے کشتی کے نیچے پانی ہو تو کشتی رواں دواں رہتی ہے، لیکن اگر پانی کشتی کے اندر آ جائے تو وہی کشتی کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح دنیا اگر دل کے باہر رہے تو آخرت کے لیے معاون ہے، لیکن اگر دل میں گھس جائے تو ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔
دنیا کا صحیح استعمال تب ہی ممکن ہے جب کسی مردِ کامل، اللّٰہ والے کی صحبت نصیب ہو، جو اس کے صحیح مصرف کا عملی نمونہ ہو۔
اگر مال کو اللّٰہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کی مخلوق کی خدمت کے لیے اور دین کی تقویت کے لیے حاصل کیا جائے تو ایسا مال نِعْمَ الْمَآل بن جاتا ہے،
جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ایسا مال " دارد برائے دوست دارد" کے مصداق ہے یعنی اگر ہے تو صرف دوست (اللہ) کے لیے ہو، نہ کہ اپنی عیش پرستی اور نفس پروری کے لیے۔

روح کی غذا اور اصل سلطنت

یاد اُو سرمایہ ایمان بود
ہر گدا از یاد اُو سلطان بود
(مولانا رومؒ)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللّٰہ تعالیٰ کی یاد ایمان کا اصل سرمایہ ہے، بلکہ یوں کہیے کہ یادِ حق ہی حاصلِ ایمان ہے۔ اللّٰہ کی یاد میں ایسی لذت اور طاقت ہے کہ ایک فقیر بھی اس کے سبب بادشاہ بن جاتا ہے، بلکہ حقیقی بادشاہ وہی ہوتا ہے جو اللّٰہ کے ذکر میں مست ہو ایسے بندے جو تنہائی میں یا چٹائی پر بیٹھ کر اللّٰہ کا نام لیتے ہیں، وہ بادشاہوں سے زیادہ باوقار ہوتے ہیں۔
دنیا کے بادشاہ بظاہر تو سلطنتوں کے مالک ہوتے ہیں، مگر ان کے دل ہمہ وقت فکروں اور پریشانیوں میں گھرے ہوتے ہیں۔ ان کی بے قراری کا عالم یہ ہوتا ہے کہ سونے کے لیے قصہ گو مقرر کیے جاتے ہیں تاکہ نیند آ سکے۔

اللہ والے وہ سلاطینِ دل ہیں جنہیں یادِ حق میں اطمینان اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ ان کا دل غیر اللہ سے آزاد اور محبوبِ حقیقی کے عشق میں فنا ہوتا ہے۔

حضرت سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ

فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے عاشق بندے محبوبِ حقیقی کی یاد میں اپنی جان تک کی پروا نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں ذکرِ حق کی ایسی لذت بسی ہوتی ہے کہ وہ دنیاوی تعلقات کو ترک کر دیتے ہیں تاکہ غیر ضروری مشغولیات، ذکرِ الٰہی میں رکاوٹ نہ بنیں۔

یہ عاشق ایسے مست ہوتے ہیں کہ اگرچہ دنیا کے بعض امور مباح ہوں یا ظاہراً پسندیدہ لگیں، لیکن وہ اُن کی طرف التفات نہیں کرتے۔ کیونکہ جب "دست بوسیِ شاہ" نصیب ہو جائے، تو "پابوسیِ بادشاہ" کی طلب نہیں رہتی – یعنی جب قربِ اعلیٰ حاصل ہو، تو قربِ ادنیٰ بے معنی ہو جاتا ہے۔

اللہ کی یاد روحِ انسانی کی اصل غذا ہے۔ جیسے جسم خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، ایسے ہی روح ذکرِ الٰہی کے بغیر بے کیف اور بنجر ہو

جاتی ہے۔
قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:
{ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ }۔
(سورۃ الرعد: 28)
خبردار دلوں کو اطمینان صرف اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے۔

یعنی اے انسان ہم نے تمہارے سینے میں جو دل رکھا ہے، اس کی اصل غذا صرف ذکرِ الٰہی ہے۔
جو لوگ دنیاوی دولت اور عیش و عشرت میں مشغول رہتے ہیں، وہ بظاہر خوش دکھائی دیتے ہیں، مگر ان کے دل بے قرار اور بیمار ہوتے ہیں۔ ان کا سکون ظاہری ھے، باطنی نہیں۔
جو لوگ دنیاوی لذتوں میں غرق ہو جاتے ہیں، ان کے دل ذکرِ حق سے محروم ہو کر بے حس ہو جاتے ہیں۔ مگر اگر وہ چند دنوں کے لیے کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کریں اور ذکر میں لگ جائیں، تو دل کا وہ فطری ذوق دوبارہ بیدار ہو جاتا ہے۔
جب ذکر کا نور دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے، تو بندہ دنیا کی لذتوں سے بے رغبت ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزار سکتا۔ ذکر کے سبب ایک ایسی کیفیتِ حضوری پیدا ہوتی ہے،

جیسے دل ہر وقت اللہ کو دیکھ رہا ہو۔
جب یہ قرب حاصل ہو جائے تو دنیا کی ساری رنگینیاں، فانی اور مردار محسوس ہونے لگتی ہیں۔ اس کے دل کی سلطنت اتنی بلند ہو جاتی ہے کہ سلطنتِ ہفت اقلیم بھی اُس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے۔ ایسے کئی بادشاہ تاریخ میں گزرے ہیں، جنہیں ذکر کی لذت نے دنیاوی جاہ و جلال سے کاٹ کر اللّٰہ کی راہ میں ڈال دیا۔ وہ آدھی رات کو اٹھے، گدڑی اوڑھی، اور جنگل کی طرف نکل گئے۔ کیونکہ انہیں حق تعالیٰ کی محبت نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔ جب ذکرِ الٰہی دل میں قرار پکڑ لے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا جسم کے ہر مسام سے شہد کی نہریں جاری ہو گئی ہوں۔ یہ ربّ کا کرم ہے جس نے انسان کے خمیر میں اپنی یاد اور محبت کی پیاس رکھ دی ہے۔ حضرت مرشد کریمؒ فرماتے ہیں: بندہ جب نان (روٹی) سے حاصل شدہ توانائیاں نافرمانی کے بجائے اللّٰہ کی اطاعت میں صرف کرتا ہے تو گویا اس نے اللّٰہ کے راستے میں روٹی ہی پیش کر دی۔یہی مسلسل مجاہدہ ذکر و اطاعت کے انوار میں اضافہ کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ مردِ مجاہد اللّٰہ کے عشق میں جان کی بازی لگا دیتا ہے۔

حقیقتِ دنیا اور مقامِ انسان

گاؤ کہ بود تا تو ریشِ اُو شوی؟
خاک کہ بود تا تو شیشِ اُو شوی؟
(مولانا رومؒ)
بھلا وہ بیل بھی کوئی قابلِ قدر چیز ہے کہ تُو اس کی داڑھی بنے؟
اور وہ مٹی کس شمار میں ہے کہ تُو اس کی گھاس بن جائے؟
یہ مصرع ایک استعارہ ہے جس میں مولانا رومؒ فرما رہے ہیں کہ
اے انسان تُو کائنات کی اشرف ترین مخلوق ہے، اللّٰہ نے تجھے علم، عقل، شعور اور نورِ الٰہی عطا کیا ہے، پھر تُو کسی کمتر شے کا تابع یا اس کے پیچھے چلنے والا کیوں بن رہا ہے؟ تُو اتنا کیوں جھک رہا ہے کہ ایک بے شعور جانور سے بھی کم تر ہو جائے؟
"خاک" یعنی مٹی، ایک نہایت معمولی اور پائمال شے ہے، جس پر ہر کوئی چلتا ہے۔
"شیشِ اُو" یعنی اس کی گھاس، جو مٹی پر اگتی ہے اور چرنے کے کام آتی ہے۔ یہ مٹی سے بھی کم

تر ہے۔
اے انسان تُو اللہ کا خلیفہ ہے، تیرا اصل مقام عرشِ الٰہی ہے، پھر تُو اس مٹی جیسی فانی دنیا کا غلام کیوں بن گیا ہے؟ ایسی چیزوں کے پیچھے کیوں پڑا ہے جن کی کوئی وقعت ہی نہیں؟ تُو تو مٹی کے اوپر چلنے والا تھا، پھر مٹی سے اگنے والی گھاس بننے پر کیوں راضی ہو گیا؟"
تو اشرف المخلوقات ہے، تُو نورِ حق کا مظہر ہے، تُو مقامِ آدمیت کا وارث ہے، پھر تُو خواہشاتِ نفس، دنیا کی غلامی، مال و جاہ، شہرت اور لذتوں کے پیچھے کیوں گر رہا ہے؟
ربط قرآن سے:
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي
اور میں نے (آدمؑ) میں اپنی روح پھونکی۔ (سورۃ الحجر: 29)

یعنی سونا چاندی، مال و دولت اور دنیا کی رنگینیوں کی حقیقت اس قدر کمزور اور بے حقیقت ہے کہ یہ تیرے جیسے اشرف المخلوقات کو ہرگز زیب نہیں دیتی کہ تُو ان کا دلدادہ ہو۔ دنیا کی ظاہری زیبائش و آرائش، تیرے عالی نسب روح کے لیے قید خانہ ہے، نہ کہ باعثِ فخر۔

تیرے باغ و محل، تیرے لیے زنجیریں ہیں، اور تیرا مال و منال تیرے دل و جان کا بوجھ اور بلا ہے۔
تُو جس روح کا حامل ہے، وہ عرشِ بریں کی طرف پرواز کرنا چاہتی ہے، مگر تُو ہے کہ آب و گل کی پستی میں، مٹی اور پانی کی گندگیوں میں، بعد عن الحق (اللہ سے دوری) کے گڑھے میں گرا پڑا ہے۔
تُو نے اپنی ہمت کے گھوڑے کو لذّاتِ دنیا کے چراگاہوں کی طرف دوڑایا، اور اپنے عظیم باپ حضرت آدم علیہ السّلام کی منزلت کو فراموش کر دیا، جن کے آگے فرشتے سجدہ ریز ہو چکے تھے

اے غافل و ناخلف تُو حضرت آدم عَلَیہِ السَّلام کی اولاد ہے، اور تُو اس بلند نسب کا وارث ہے، پھر کب تک دنیا کے اس حقیر حصول کو بزرگی سمجھ کر اپنے وقار کو پامال کرتا رہے گا؟

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا
(سورۃ الاسراء، آیت 70)

ترجمہ
اور بے شک ہم نے آدم عَلَیہِالسَّلام کی اولاد کو عزت بخشی، انہیں خشکی و تری میں سوار کیا، اور پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت دی، نمایاں فضیلت۔

فکری نتیجہ
دنیا کا مال و متاع، جاہ و منصب اور شہرت و طاقت سب فانی ہیں، اور جو چیز باقی ہے وہ یادِ الٰہی اور روح کی پرواز ہے۔

حضرت سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں
جو دل ذکرِ حق سے غافل ہو جائے، وہ دل گویا زندہ نہیں، بلکہ ایک قبر ہے جس میں روح قید ہے

لہٰذا اے بندے اپنی اصل پہچان کو یاد کر، اور اپنے اسلاف کی عزت اور روحانی وراثت کو سنبھال لے۔ اپنی روح کو آزاد کر، تاکہ وہ مقامِ آدمیت سے بڑھ کر قربِ الٰہی تک پہنچ سکے۔

روحانی تشبیہات و علامات

ہُما – بلند نصیب روح کی علامت
"ہُما" ایک ایسا خیالی پرندہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جس کے سر پر سایہ ڈال دے، وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ صوفیانہ اصطلاح میں ہُما کی تشبیہ سالک کی اُس روح سے دی جاتی ہے جو دنیاوی آلائشوں سے بلند ہو کر "سیر الی اللّٰہ" میں مصروف ہو۔
سالک کی روح بھی ہُما کی مانند ہوتی ہے، جو دنیاوی پرواز سے بالا تر ہو کر اللّٰہ کی طرف پرواز کرتی ہے۔

سنگِ پارس – صحبتِ کامل کی تاثیر
سنگِ پارس ایک ایسا خیالی پتھر ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ لوہے کو چھو لے تو اسے سونا بنا دیتا ہے۔ صوفیاء نے سنگِ پارس کو مرشدِ کامل کی صحبت کی علامت بنایا
سالک اگر سچا ہو اور صحبتِ مرشد میں رہے تو اس کے باطن میں ایسا ہی کمال پیدا ہوتا ہے جیسے لوہا سونا بن جائے۔

قفس (پنجرہ) – دنیا کا فریب
دنیا ایک قفس (پنجرہ) ہے، اور اس میں قید روح وہ چڑیا ہے جو اگر آزادی کی تلاش نہ کرے تو نادانی ہے۔
ایک قیدی دوسرے قیدی کو رہا نہیں کر سکتا، اس لیے اُن ہستیوں کی صحبت اختیار کرو جو جسم سے دنیا میں ہوں مگر روح سے عالمِ بالا سے وابستہ ہوں۔

آئینہ
قلبِ سالک کی صیقل حالت
آئینہ وہ شے ہے جو عکس دکھاتا ہے، اگر صاف ہو تو حقیقت واضح دکھتی ہے۔ صوفیاء نے آئینہ کو دل کی مثال بنایا ہے:
قلب المؤمن مرآةُ الرحمٰن — مومن کا دل اللہ کا آئینہ ہے۔
جب دل کو ذکر، استغفار، اور صحبتِ صالحین سے صیقل کیا جائے، تو اس میں اللہ کا نور ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اگر دل پر دنیا کی گرد پڑ جائے تو وہ آئینہ پتھر بن جاتا ہے۔

فرمانِ مرشدِ کریمؒ
پانی کشتی کے نیچے ہو تو سہارا ہے، کشتی میں آ جائے تو ہلاکت ہے۔
یعنی دنیا دل سے باہر رہے تو پشت پناہ ہوتی ھے اور اگر یہی دنیا دل میں آ جائۓ تو روحانی موت ھے

تعلیماتِ فقر از سخی سلطان چراغ شاہؒ

جان لے کہ خوشنودیِ خدا نفس کے خلاف چلنے میں ہے۔
نفس کیا چیز ہے اور اس کے خصائل کیا ہیں؟
نفس سانپ کی مثل ہے اور اُس کے خصائل کفار جیسے ہیں۔
پہلے اُس پر منتر پڑھا جائے، پھر اس پر ہاتھ ڈالا جائے تاکہ یہ زیر ہو کر قابو میں آ جائے۔
سانپ سے پوچھا گیا
تو سوراخ سے باہر کیونکر آتا ہے
تو سانپ نے جواب دیا
جب کوئی میرے دروازے پر اللّٰہ کا نام لیتا ہے تو مجھ پر فرض ہو جاتا ہے کہ میں اللّٰہ کے نام پر جان دے دوں۔
نفس سانپ کی مثل ہے،
وجودِ آدمی سوراخ کی مثل،
ذِکرُ اللّٰہ منتر کی مثل،
اور نفس کافر کی یہ عادت و خصلت ہے کہ جب تک اُس پر کلمہ طیب "لَا إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّٰهِ" کا منتر پڑھ کر اسے شریعت کے حصار میں

قید نہ کیا جائے، یہ اسلام قبول نہیں کرتا، نہ ہی مسلمان ہوتا ہے۔
اسلام حق ہے اور کفر باطل۔ اگر تُو آسودگی چاہتا ہے، تو نفس کی گردن مار دے۔ اور اگر تُو وصالِ حق چاہتا ہے، تو بیوی بچوں کا خیال دل سے نکال دے۔
اگر میں نفس کی گردن مار دوں، تو نفس مردِ حق بن جاتا ہے۔ نفس کو مارے بغیر، کبھی کوئی عشقِ حق سے بہرہ ور نہیں ہوا۔

اگر میں نفس کی گردن مار دوں، تو نفس مرشد پیشوا بن جاتا ہے اور مجھے ہر مقام کی سیر کرا کے مقامِ کبریا تک پہنچاتا ہے۔

نفس اگر تابعدار بن جائے، تو جان سے پیارا یار ثابت ہوتا ہے۔ احمق و بے تمیز لوگ، بھلا حقیقتِ نفس کو کیا جانیں؟
اے نفس
اگر تُو عیش و عشرت چھوڑ دے تو اللہ کا یار بن جائے گا، اور تیرے سارے کام اللہ سرانجام دے گا۔

اگر میں نفس کی گردن مار دوں، تو یہ ضائع ہو

جائے گا، اور اگر میں اسے ہوا و ہوس سے پاک کر دوں، تو یہ میرا یار اور میں اس کا یار بن جاؤں گا۔
سیرِ وحدت اگر آب ہے تو نفس آبجو (ندی) ہے۔

نفس دیوِ دیوانہ ہے، مجھے اس دیو کو مارنا ہے، اگر میں خود پر غالب آ جاؤں تو اس کو قتل کر دوں۔
میں کفر و کافری سے بیزار ہوں کہ میں نے دینِ اسلام قبول کیا ہے
أَشْهَدُ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

فرمانِ حق تعالیٰ ہے
سلامتی ہے اُس پر جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی۔
طالبِ اللّٰہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر دم، ہر گھڑی، ہر وقت نفس کی مخالفت کرتا رہے
اور کسی وقت بھی اس سے غافل نہ رہے،
کیونکہ نفس کافر ہے، اور اس سے ہر حال میں دشمنی و جنگ جاری رکھے چاہے حالتِ خواب میں ہو یا بیداری میں، مستی میں ہو یا ہوشیاری

میں
یہ چور، دشمنِ جان ہے اور راہِ حق کا راہزنِ زیاں کار ہے۔ اسے اطمینان سے نہ رہنے دے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا فرمان ہے
ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آئے ہیں۔
نفس دو قسم کا ہے،
جس طرح کہ آدمی کا وجود بھی دو قسم کا ہوتا ہے
وجودِ کثیف اُن لوگوں کا ہے جن کا نفس امّارہ، لوّامہ یا ملہمہ ہوتا ہے۔ امّارہ راہزن شیطان کا نام ہے، اس کے تابع لوّامہ ہے، اور لوّامہ کے تابع ملہمہ۔ ان تینوں کا آپس میں اتفاق ہے۔
وجودِ لطیف اُن لوگوں کا ہے جن کا نفس مطمئنہ ہے۔ مطمئنہ وہ نفس ہے جو ظاہر و باطن میں اطاعت گزار ہو۔ اطاعت تابع ہے روح کے اور روح تابع ہے توفیقِ الٰہی کے۔
توفیقِ الٰہی کہتے ہیں
صاحبِ ذکر و فکر، صاحبِ اشغالِ الٰہی، صاحبِ استغراقِ فقر، فنا فی اللّٰہ کو۔
تمام انبیاء، اصفیاء، اولیاء، مومنین، اہل ایمان کا نفس مطمئنہ ہوتا ہے،

اور صاحبِ نفسِ مطمئنہ اہلِ معرفت ہوتا ہے۔
حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں
جو شخص معرفتِ حق حاصل کر کے فنا فی اللّٰہ
ہو جاتا ہے، اُس پر وحدتِ الٰہی کا راز کھل جاتا
ہے۔ اُس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ باقی
نہیں رہتا۔ وہ یار کو یار کی آنکھ سے دیکھتا ہے،
اور عین کو عین سے پہچانتا ہے۔
اے طالبِ راہِ حق اپنے آپ میں گم ہو جا، بدعتی
نہ بن، اور دونوں جہان کی فکریں چھوڑ دے۔
اے چراغ خدا ایک ہے، دل بھی ایک ہے، تُو اُسی
کو تلاش کر، اُسی میں فنا ہو جا تاکہ بس وہی
باقی رہ جائے
نفسِ امّارہ کافروں، فاسقوں، اور بدکاروں کا
ساتھی ہوتا ہے۔
اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا
جب تم نشے کی حالت میں ہو، تو نماز کے قریب
نہ جاؤ۔
اہلِ اطمینان وہ ہیں جو اہلِ روح ہوتے ہیں، اور اہلِ
روح ذکر، شوق، اشتیاق، استغراق، اور فنا فی اللّٰہ
کی کیفیت میں جیتے ہیں۔
یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا نفس فنا ہو چکا ہوتا
ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے

میرا ایک وقت اللہ کے ساتھ ایسا گزرتا ہے کہ اُس وقت کوئی چیز میرے اور اللہ کے درمیان نہیں ہوتی۔
حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو دنیا، نفس اور شیطان کیسا لگتا ہے؟
آپؒ نے فرمایا:
میں تو توحید میں ایسی غرق ہوں کہ مجھے نہ اپنے نفس کی خبر ہے، نہ شیطان کی، اور نہ دنیا کی۔
لوگوں کو محتاج نفس نے بنا رکھا ہے، ورنہ جو اپنے نفس سے نجات پا لے، وہ لا یحتاج ہو جاتا ہے۔
اولیاء اللہ فقر والے ہوتے ہیں، اور فقر خود لا یحتاج ہے، ہر چیز اُس کی محتاج ہے۔
فقر والے کا نفس نہیں ہوتا بلکہ نَفَس ہوتا ہے۔
نَفَس سے مراد وہ پاک سانسیں ہیں جو ہر سانس کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتی ہیں۔
جس کا دل مردہ ہو اور سانس ذکر سے خالی ہو، وہی نفسِ امّارہ کا قیدی ہوتا ہے۔
نفس ہر وقت فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:
جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا، اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔(یہ نفس ملحمّہ کا مقام ھے)

اہلِ نفس – خواہشات کے غلام
نفس، دنیا اور شیطان – یہ تینوں انسان کے راستے کے دشمن ہیں۔ ان کی پیروی کرنے والا انسان خود شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے۔
ظاہری عبادات جیسے روزہ، نماز، حج، ذکر، تسبیح، تلاوت، چلہ کشی، خلوت، فقیری لباس، یا علومِ دینیہ کا حاصل کرنا نفس کے خلاف ضرور ہیں، لیکن سوال یہ ہے: کیا ان سے نفس مر جاتا ہے؟
جواب ہے: نہیں
نفس اتنا سخت جان اور چالاک ہے کہ یہ سب عبادات کے پردے میں بھی اپنے آپ کو چھپا لیتا ہے۔ یہ بادشاہ بھی بن جائے، تو اندر سے کتے کی طرح حریص اور ذلیل رہتا ہے۔
نفس اگر بھوکا رہے تو عبادت کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر پیٹ بھر کر کھائے، تو شہوت اور فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تو کیا اس کا علاج ہے؟
اللہ فرماتا ہے
ہم کسی جان پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ
نہیں ڈالتے۔
جو نفس بھوک میں بھی سکون سے اللہ کی یاد
میں لذت پائے، اُس کے لیے زہد بہتر ہے۔
اور جو نفس بھوک میں بے چینی محسوس کرے،
اُسے مناسب خوراک دینا بہتر ہے، تاکہ وہ اطاعت
گزار بن سکے۔
لیکن بہتر ہے کہ ذکرِ دائمی کو اُس کی غذا بنا دو۔
قبر جیسا مکان اُس کا ٹھکانہ بنا دو۔ کفن اُس
کا لباس ہو۔ قیامت کا منظر اُس کی آنکھوں کے
سامنے رکھو۔
تب جا کر دل پاک ہوگا، نفس قابو میں آئے گا، اور
انسان "مرنے سے پہلے مرنے" والا بنے گا، یعنی
"مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا" کا مصداق۔
نفس خنزیر کی مانند ہے، جو کفار سے دوستی
رکھتا ہے اور خود پرستی میں غرق رہتا ہے۔
انسان کے اندر ہزاروں خنزیر چھپے ہوئے ہوتے ہیں،
جنہیں یا تو مارنا پڑتا ہے یا زنجیروں میں باندھ
کر رکھنا پڑتا ہے۔
نفس کبھی نیک بن کر فتنہ ڈالتا ہے، کبھی عالم،

مفتی یا قاضی بن کر اور کبھی حرص و حسد، شہوت، خودپرستی، اور طمع میں گم ہو کر انسان کو گمراہ کرتا ھے
سچا فقیر وہ ہے جو کبھی اپنے نفس کو مہلت نہ دے، نہ اُس کی خواہش پوری کرے، نہ اُسے آزادی دے، ہمیشہ اُس سے لڑتا رہے اور اُسے طعنہ دیتا رہے کہ اے نفس تو نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس سے تُو نجات پا سکے۔ نہ تُو نے اللّٰہ کو پہچانا جیسے پہچاننے کا حق تھا۔
انبیاء و اولیاء کے دل اللّٰہ کے خوف میں ایسے پگھلے رہتے تھے جیسے سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے۔ بہت سے بزرگ ایسے بھی تھے جنھوں نے عمر بھر زمین پر آرام نہیں کیا نہ سوتے تھے نہ نفس کو دنیوی لذت دیتے تھے،
کہ قیامت کے دن اللّٰہ کے حضور شرمندہ نہ ہوں۔
جو شخص اپنے نفس کو قابو میں لے آتا ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کی رضا اور محبت پا لیتا ہے۔
اے باھوؒ
نفس کو کتا سمجھو، اسے مت پالو۔ اگر نفس کو پال لیا تو شیطان کے ساتھی بن جاؤ گے۔
جیسے ایک نابینا انسان کوشش کے باوجود سیدھی راہ پر نہیں چل سکتا اور نہ ہی اسے

راستے میں موجود کانٹے، سانپ، کنواں یا گڑھا نظر آ سکتا ہے — وہ نہیں جان سکتا کہ کیا چیز فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ — اسی طرح وہ انسان جو اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے، وہ بھی روحانی طور پر اندھا ہو جاتا ہے اور جو اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے، وہ شیطان اور نفس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

اے اولادِ آدم شیطان کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(سورہ یٰسین)

جو انسان اپنے دل کو نفس کے تابع کر لیتا ہے، اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور جب نفس اور دل ایک ہو جائیں، تو روح کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن جب دل اور روح ایک ہو جائیں، تو نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔

فقیر چراغؒ فرماتے ہیں

ایک سچی ہدایت، ہزاروں دشمنوں (نفس و شیطان) پر بھاری ہے۔ جس دل پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے، وہ نفس و شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

اللہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت

میں ڈال دیتا ہے۔
(سورہ آل عمران)
نفس و شیطان حقیقت میں اللہ کے باغی ہیں، وہ اس کے دشمن اور راندہ درگاہ ہیں۔
حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا
اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو وہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔
اللہ کا فضل ازل سے جاری ہے۔ایک سچی ہدایت ہزار زہد و عبادت سے بہتر ہے۔ اللہ بس، ماسویٰ اللہ ہوس حقیقی کامیابی ھے

یہ عاجز فقیر چراغؒ کہتا ہے
میرے علم و عمل کی ساری کوششوں سے بہتر ہے کہ اللہ کی ایک عنایت نصیب ہو جائے، کیونکہ ایک قاضی کی رعایت ہزاروں گواہوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اللہ اپنے حکم پر غالب ہے۔
(سورہ یوسف)
ہر چیز — نفس، شیطان، دنیا — اللہ کے حکم کے تحت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے
اللّٰہ حکیم ھے اور حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔
نفس چور کی مانند ہے، اور اللّٰہ کا طالب اُس چوکیدار کی طرح ہے جو چور سے باخبر رہتا ہے۔
مرشدِ کامل اللّٰہ کے حکم سے صاحبِ ولایت ہوتا ہے۔ اگر کوئی "چور" (یعنی شیطان یا نفس) اُس کی نگرانی میں داخل ہونے کی کوشش کرے، تو فوراً اُس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے، اور اُس کی ولایت محفوظ رہتی ہے۔
نبی ﷺ نے فرمایا
ملک اُسی کا ہوتا ہے جس کا اس پر غلبہ ہو۔

اگر انسان کا نفس گناہ میں مشغول ہو جائے اور دل اللّٰہ کا ذکر چھوڑ دے، تو یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔
اللّٰہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نفس، شیطان اور دنیا کو بھلا کر اپنے دل و روح کو مکمل طور پر اللّٰہ کے ذکر میں مشغول کر دیا جائے۔ اس طرح حرص، حسد، تکبر اور خواہشات ختم ہو جاتی ہیں، اور بندہ صرف اللّٰہ کے لیے جیتا ہے، اللّٰہ کے لیے کھاتا ہے، پہنتا ہے اور بولتا ہے۔

عقلِ جزوی (دنیاوی عقل) چھوڑ کر عقلِ کُلّی (الٰہی عقل) حاصل کرو۔
عارف باللّٰہ وہ ہے جو نفس کو پہچانتا ہے، اور کامل انسان وہ ہے جو نفس پر غالب ہو جاتا ہے۔
قیامت کے دن اہل محبت، جو اللّٰہ کے عاشق ہیں، جب قبروں سے اُٹھیں گے، تو اللّٰہ فرمائے گا ان کے خیمے دوزخ کے کنارے لگاؤ۔ جب وہ وہاں بیٹھیں گے اور دوزخ کو دیکھیں گے، تو دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور بجھ کر راکھ بن جائے گی، تاکہ مخلوق کو راحت نصیب ہو۔
جب اہل اللّٰہ کا گزر دنیا داروں کے پاس سے ہوتا ہے، اور وہ رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو دنیا داروں کے دلوں سے حرص ختم ہو جاتی ہے۔

اللّٰہ کا فرمان ہے
جو میرا اور میرے محبوب محمد ﷺ کا نام دل سے، صدقِ نیت سے لے، میں اسے عذاب نہیں دیتا۔
حدیثِ قدسی
میں اپنے بندے پر اُس کے والدین اور بہن بھائیوں سے زیادہ مہربان ہوں۔

کلمہ طیب کے تین درجے ہیں:

1. لا إِلٰهَ – نفی: ہر باطل خدا کا انکار۔

2. إِلَّا الله – اثبات: صرف اللہ کا اقرار۔

3. مُحَمَّدٌ رَسُولُ الله – نبوت کا اقرار، محبت کی معراج۔
ہزاروں میں سے کچھ صرف "لا إِلٰهَ" تک پہنچتے ہیں، کچھ "إِلَّا اللّٰه" تک، اور کچھ "مُحَمَّدٌ رَسُولُ الله" تک پہنچتے ہیں، جو کاملین ہوتے ہیں۔
جو مرتے وقت "لا إِلٰهَ" کہے، اُس کے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں۔
اور جو "مُحَمَّدٌ رَسُولُ الله" کہے، وہ پیغمبری کے مراتب تک پہنچتا ہے۔

نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا
اِذَا تَمَّ الفَقرُ فَهُوَ اللّٰہ
فقر جب اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو وہ اللّٰہ ہی ہوتا ہے۔
اسمِ اللّٰہ غیر مخلوق ہے، ناسوتی (دنیاوی) لوگ مخلوق ہوتے ہیں، لیکن فقرا ناسوتی نہیں ہوتے۔

حقیقی مرد وہ ہے جو شریعت پر مکمل طور پر عمل کرتا ہے اور باطن میں مقامِ فقر پر پہنچ چکا ہو۔ اگر فکر کے بغیر ذکر کرے، تو وہ ذکر کتے کے بھونکنے کے برابر ہے۔
جو فقیر ہر وقت ذکر و فکر اور محبت الٰہی میں غرق رہتا ہے، اللّٰہ اُسے قیامت سے پہلے ہی اُس کا مقصود عطا فرما دیتا ہے۔
ایک عجیب واقعہ
حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:یا رسول اللّٰہ ﷺ
میں نے ایک بت پرست کو دیکھا جو اپنے بت کے سامنے بیٹھ کر بار بار کہہ رہا تھا: ’اے میرے ربّ اے میرے ربّ
اور مقامِ ربوبیت سے آواز آئی: ’لبیک عبدی‘ (میں حاضر ہوں اے میرے بندے)
جبرائیلؑ نے عرض کیا
یا اللّٰہ وہ تو بت پرست ہے،
اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا
اے جبرائیل وہ مجھے نہیں پہچانتا، لیکن میں اُسے پہچانتا ہوں۔ وہ جسے بھی پکارے، تحقیق میں وہی ربّ ہوں — تو میں کیوں نہ جواب دوں؟
اے انسان اللّٰہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اپنی

عبادت پر غرور نہ کر۔
اللّٰہ کی پہچان ہی اصل مقصد ہے۔ وہ سچے طالب کو محروم نہیں کرتا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا واقعہ
حضرت رابعہ بصریؒ عشقِ الٰہی میں فنا ہو چکی تھیں۔ ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی لے کر جا رہی ہیں۔ کسی نے پوچھا
اماں رابعؒہ یہ کیا کر رہی ہیں ؟
تو فرمانے لگیں:
میں اس آگ سے جنت کو جلانا چاہتی ہوں اور اس پانی سے دوزخ کو بجھانا چاہتی ہوں تاکہ لوگ نہ جنت کے لالچ میں عبادت کریں، نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ صرف اور صرف اللّٰہ کی ذات کی محبت میں اس کی عبادت کریں۔
یہی وہ اصل فقر ہے جو محبتِ خالص کا مقام ہے، جہاں نہ لالچ باقی رہتی ہے، نہ خوف، صرف عشق الٰہی باقی رہ جاتا ھے

توبہ کی حقیقت، ضرورت اور اثرات

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
نوجوانی میں توبہ کرنا انبیائے کرام علیہم السّلام کا طریقہ ہے۔

1. گناہوں کا سبب اور بلاؤں کی حقیقت
بندے پر جو بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، وہ درحقیقت اس کی گستاخی، بے باکی، اور نافرمانی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
تمہیں جو بھی مصیبت پہنچی وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اور وہ تو بہت سے (گناہوں) کو معاف فرما دیتا ہے۔
📖 (سورۃ الشوریٰ: آیت 30)

جب عاشقوں کی سجدہ گاہ ان کے خالص آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے، تو بلند و بالا آسمان بھی اُس مقامِ زمین پر رشک کرتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے
دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی: ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی، اور دوسری وہ جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتی رہی۔'
📖 (سنن الترمذی: 1639)

جو سالک اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہ پر گامزن ہونا چاہتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ صدقِ دل سے ہر گناہ سے سچی توبہ کرے۔
جب تک گناہ چھوڑے نہیں جاتے، تب تک روحانی ترقی ممکن نہیں۔
گناہ راستے کی رکاوٹ ہیں، اور توبہ ان رکاوٹوں کو دور کرتی ہے۔
گناہ وہ زنجیر ہے جو سالک کے پاؤں میں پڑ جائے تو وہ راہِ حق میں قدم نہیں بڑھا سکتا، اور توبہ اس زنجیر کو توڑ دیتی ہے۔
اگرچہ تُو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے، لیکن اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:
قُلْ يَـٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُواْ

مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا
ترجمہ:
اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللّٰہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا، بے شک اللّٰہ سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔
📖 (سورۃ الزمر: آیت 53)

جب کوئی بندہ دل سے توبہ کرتا ہے تو وہ توبہ اس کے سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور وہ گویا ایسا بن جاتا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
ترجمہ:
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔
📖 (سنن ابن ماجہ: 4250)

زبان سے توبہ کرنا کافی نہیں، بلکہ دل سے گناہ چھوڑنے کا پختہ عزم (عزم علی النصوح) ضروری ہے۔ اگر توبہ کرتے ہوئے دل میں دوبارہ گناہ کا

ارادہ ہو تو وہ توبہ نہیں مانی جاتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ تُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا"
ترجمہ:
اے ایمان والو! اللہ کی طرف سچی توبہ کرو۔
📖 (سورۃ التحریم: آیت 8)

ندامت کے آنسو جو گناہگار بندہ سجدے میں بہاتا ہے، وہ شہید کے خون کے برابر وزن رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
ما من شيء أحب إلى اللہ من قطرتين: قطرة دموع من خشية اللہ، وقطرة دم في سبيل اللہ
ترجمہ:
اللہ کے نزدیک دو قطرے سب سے محبوب ہیں:
اللہ کے خوف میں بہنے والے آنسو کا قطرہ اور اللہ کے راستے میں بہنے والا خون کا قطرہ۔'
📖 (شعب الایمان: 661)
گناہ بندے کو اللہ سے دور کرتے ہیں، اور سچی توبہ اسے دوبارہ اللہ سے جوڑ دیتی ہے۔
لہٰذا اے سالکِ راہِ حق! صدق دل سے توبہ کر،

ندامت کے آنسو بہا، اور سچے عزم کے ساتھ اپنے ربّ کے در پر جھک جا۔
یقیناً وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

فقر کا نور اور علم کی حقیقت

سرتاجِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت، ربّ العالمین کے سچے رسول، صاحبِ شریعت و حقیقت، اور تمام اولیاء و فقرا کے امام و پیشوا ہیں۔ آپ ﷺ ہی آقا، مولیٰ اور کائنات کے سردار ہیں۔
علم کا اصل وارث وہی ہے جو آثارِ محمدی ﷺ کا امین اور انبیاء کا سچا جانشین ہو۔

علم کی اقسام اور مراتب
طالبِ علم: یعنی وہ جو علم کی طلب میں ہو اور طاعت گزار بنے۔
عالم: جو عام لوگوں کی سطح سے بلند ہو کر خواص میں شامل ہو جائے۔
فاضل: جس کا فیض عام ہو جائے، جیسے کہ دریا کا پانی۔
دانشمند: جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اُس کی مخالفت کرے۔
یہ تمام صفات عالمِ باعمل، فقیرِ کامل اور درویشِ صادق میں جمع ہوتی ہیں۔

📚 علم کی دو اقسام:
1. علمِ رحمانی: ترکِ دنیا سکھاتا ہے، جو اہلِ طاعت کو عطا ہوتا ہے۔
2. علمِ شیطانی: حرص، حسد، کبر اور حب دنیا کی تعلیم دیتا ہے، یہ اہلِ بدعت کا نصیب ہوتا ہے۔

طالبِ مولیٰ کون ہے؟
طالبِ مولیٰ وہ ہے جس کا دل طوافِ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو۔ وہ سچا، عادل، حیادار صاحبِ صِدق اور راضی باللّٰہ ہوتا ہے، جیسے:
حضرت ابو بکر صدیقؓ: صاحبِ صدق
حضرت عمرؓ : صاحبِ عدل
حضرت عثمانؓ: صاحبِ حیا
حضرت علیؓ: صاحبِ رضا
فرمانِ نبی کریم ﷺ ہے:
علم ایک نکتہ ہے، جس کی کثرت اس کی عملی تفسیر ہے۔
اگر عالم علم پر عمل نہ کرے، تو یہی علم اس کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے۔

عالمِ ربّانی کی نشانیاں:
دنیا کو تین طلاق دے دے۔ مال و دولت راہِ خدا

میں خرچ کر دے۔ خُلقِ محمدی ﷺ کو اپنائے۔
بے ریا، بے طمع، اور خدا ترس بن جائے۔
علم کے ساتھ طاعت و خشیّت میں اضافہ ہو۔
جس میں علم ہو، لیکن خدا کا خوف اور عمل نہ ہو، وہ دراصل جاہل ہے۔

عالم کی صفات
عالم کی نظر سطورِ ورق کے حروف پر رہتی ہے۔
عالم کہتا ہے: "مسائل یاد کرو
عالم کہتا ہے: "زیادہ علم حاصل کرو تاکہ بادشاہ و قاضی کے ہم نشیں بنو
عالم رزق، مال و دولت کے حصول کی فکر و تدبیر میں مبتلا رہتا ہے۔
عالم کہتا ہے: اس اہل دنیا کا ہاتھ پکڑ جو نیک نام و صالح ہو
عالم علمِ ظاہری میں مشغول ہوتا ہے، لیکن ذکرِ کثیر سے غافل رہتا ہے۔
عالم اکثر فکر معاش اور وجاہت دنیا میں گرفتار رہتا ہے۔

فقیر کی صفات
فقیر کی نظر معروف، یعنی ذاتِ حق تعالیٰ پر رہتی ہے۔
فقیر کہتا ہے: علم چھوڑ اور اللّٰہ کا ذکر کثرت سے کر
فقیر کہتا ہے:راہِ توکّل اختیار کر اور رضائے الٰہی پر راضی رہ
فقیر اہل دنیا اور دنیا داری سے بیزار رہتا ہے۔
فقیر کہتا ہے:اہل دنیا کا ہاتھ پکڑنا مطلق حرام ہے
فقیر فنا فی اللّٰہ کی راہ پر ہوتا ہے اور علمِ لدنّی میں صاحبِ نصیب ہوتا ہے۔
فقیر دلوں کو ذکر و فکر سے زندہ کرتا ہے، جیسے مسیح عَلَیہِ السَّلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

قولِ مصطفی ﷺ دنیا مردار ہے، اس کے طالب کتے ہیں

دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں:
1. اہلِ دنیا – حرص میں غرق
2. اہلِ علم – علم ظاہری میں مشغول
3. اہلِ فقر – دیدارِ الٰہی کے طلبگار
جب صبح مؤذن اذان دیتا ہے،

تو درحقیقت وہ محض نماز کی اطلاع نہیں دیتا، بلکہ وہ صورِ اسرافیل کی مانند روحانی بیداری کا اعلان ہوتا ہے۔
یہ ایک دعوتِ قیام ہے — کہ اے انسان اب نیندِ غفلت چھوڑ اور اپنی راہ متعین کر۔
اس اذان کے بعد تین طرح کے لوگ تین مختلف راستوں پر روانہ ہو جاتے ہیں:

1. اہلِ دنیا

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے فریب میں گرفتار ہیں۔
اذان کو سن کر بھی ان کے دل بیدار نہیں ہوتے۔
وہ مال، جاہ، شہرت، عیش و عشرت کے پیچھے بھاگتے ہیں۔
ان کی صبح، جہنم کی طرف بڑھنے کا آغاز بن جاتی ہے، کیونکہ وہ اللہ کو بھلا کر دنیا کو معبود بنا بیٹھے ہیں۔

2. اہلِ علم (ظاہری)

یہ وہ لوگ ہیں جو علم کے ذریعے نیکی، عبادت، اور جنت کے حصول کی طلب رکھتے ہیں۔
وہ اذان سن کر نماز کو پہنچتے ہیں، اور ثواب کی نیت سے عمل کرتے ہیں۔
ان کی صبح، جنت کی طرف پیش قدمی ہوتی ہے۔

3. اہلِ فقر (اہلِ معرفت و ولایت)

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا و جنت کی طلب سے بھی پاک ہو چکے ہیں۔
ان کی طلب صرف دیدارِ الٰہی ہے، صرف رضا و قربِ خداوندی۔
وہ اذان کو ندائے حق سمجھ کر اٹھتے ہیں، اور فوراً اپنے محبوب (اللّٰہ) کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔
ان کی صبح، دیدارِ الٰہی کی طرف روانگی ہوتی ہے — یعنی ان کی روح اللّٰہ کے قریب تر ہو جاتی ہے۔
اذانِ صبح ایک آئینہ ہے:
جو انسان کی روحانی سطح کو ظاہر کر دیتا ہے۔
کوئی نفس کی پیروی میں ہے،
کوئی عمل کے صلے کی طلب میں،
اور کوئی عشقِ حقیقی میں فنا ہو چکا ہے۔
چوں میرد مبتلا میرد
چوں خیزد مبتلا خیزد
(جو مرے تو ذکرِ الٰہی میں غرق تھے جو اٹھے تو بھی ذکر میں غرق تھے)

دل کی حقیقت اور ذکرِ الٰہی
علماء صاحب شعور، فقراء صاحب حضور ہوتے

ہیں۔
صاحبِ شعور دن رات صرف ظاہری علم میں الجھے ہوتے ہیں، اور دل کی نظر سے محروم ہوتے ہیں۔
منظورِ نظر دل وہ ہے جو: درد سے بھرا ہو ذکر و ورد میں مصروف ہو موت کا مشتاق ہو توحید میں غرق ہو شیطان سے بیزار ہو
موت کا مشتاق اس لیے ہے کہ موت ایک طبیب ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔
جو اللّٰہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کرتا ہے، وہ موت سے خائف نہیں ہوتا بلکہ اُس لمحے کا مشتاق ہوتا ہے جب وصالِ محبوب نصیب ہو۔
حدیثِ نبوی ﷺ:
من أحب لقاء اللّٰہ، أحب اللّٰہ لقاءہ، ومن کرہ لقاء اللّٰہ، کرہ اللّٰہ لقاءہ
ترجمہ:
جو شخص اللّٰہ سے ملاقات کو محبوب رکھے، اللّٰہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور جو شخص اللّٰہ سے ملاقات کو ناپسند کرے، اللّٰہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔
(صحیح بخاری: 6507، صحیح مسلم: 2683)

🖋️ اسمائے الٰہی کی حقیقت:
"اللّٰہ": صرف مذکور دل پر لکھا ہوتا ہے۔
"الرحمن": مومن، کافر، منافق سب کے دل پر کیونکہ رزق سب کو ملتا ہے۔
"الرحیم": صرف مومن کے دل پر – کہ وہی رحمتِ خاص کا حقدار ہے۔

علما، فقراء اور اصل علم
عالم کہتا ہے: نحو و صرف پڑھ، فقہ سیکھ۔
فقیر کہتا ہے: فنا فی اللّٰہ ہو جا، علم کو بھول جا۔
عالم کہتا ہے: بادشاہوں سے مل، مقام حاصل کر۔
فقیر کہتا ہے: توکل اختیار کر، رضا پر راضی رہ۔
عالم کہتا ہے: بے علم ابو جہل جیسا ہے۔
فقیر کہتا ہے: "علمِ لدنی" ایک حرف ہے، جسے پڑھنا بے حد آسان ہے، جب باطن روشن ہو۔
فرمانِ الٰہی ہے:
ہم نے اسے علمِ لدنی عطا کیا۔
عالم نے دنیا کو دل میں بسایا،
فقیر نے دنیا کو مٹی میں دفنایا۔
فقیر ذکر، فکر اور اشتغال اللّٰہ کے ذریعے وحدتِ الٰہی میں فنا ہو کر باطنی علوم کا وارث بن جاتا

ہے۔
فقیر خادم ہوتا ہے، عالم مخدوم۔
علماء ناصح ہوتے ہیں، فقراء صحیح (یعنی اصل).
عیسیٰؑ مردے زندہ کرتے ہیں،
فقیر دلوں کو زندہ کرتا ہے۔
حضرت عیسیٰؑ کے زندہ کیے ہوئے مردے کو صرف ایک دن یا ایک گھڑی کی زندگی ملتی تھی،
لیکن فقراء جو دلوں کو زندہ کرتے ہیں، وہ اللّٰہ کے ذکر اور ہر سانس کے ساتھ اللّٰہ کی یاد سے ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتے ہیں۔

قرآن میں اللّٰہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
قُم بِإِذْنِ اللّٰہ (اُٹھ، اللّٰہ کے حکم سے)
اور فرمایا: تمام تعریفیں اللّٰہ ہی کے لیے ہیں، مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔
یقیناً تمہیں بھی مرنا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے۔
زمین کے نیچے صرف افسوس ہی افسوس ہوتا ہے۔
لیکن جو فقیر ہوتا ہے، جو اللّٰہ کی طلب میں ہوتا ہے،
اس کے دل میں بے نیازی ہی بے نیازی ہوتی ہے۔
جبکہ جو صرف علم کا طلب گار ہوتا ہے،

اس کے دل میں حرص اور لالچ ہی لالچ ہوتی ہے۔
فقیر، عشقِ الٰہی میں مبتلا ہو کر ہر وقت بے قرار اور بے چین رہتا ہے۔
بغیر معرفت علم ایسے ہے جیسے کہ نمک کے بغیر کھانا
علم والا انسان خدا کو دلیل، سوال و جواب سے پہچاننے کی کوشش کرتا ہے،
کیونکہ علم کی اصل میں ہی چون و چرا ہوتا ہے۔
اسی لیے کہا گیا ہے:
علم سب سے بڑا پردہ (حجاب) ہے۔
فقیر، اللہ کو بغیر کسی چون و چرا کے پہچانتا ہے۔
فقر میں بے خودی ہوتی ہے،
اور فقر ہی وہ راہ ہے جس سے اللہ کی ذات کی معیّت (ساتھ) حاصل ہوتی ہے۔
خادم افضل ہے مخدوم سے۔
نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:
قوم کا سردار، قوم کا خادم ہوتا ہے، اور سب سے افضل ہوتا ہے۔
علماء کا مقام بہت بلند ہے،
لیکن فقیر کہتا ہے کہ اگر عالم تصوف کے راستے سے ناواقف ہے تو وہ علم بے کار ہے۔
عالم کی نظر دنیا کی لذتوں پر ہوتی ہے،

جبکہ فقیر کی نظر قیامت کے دن کے خوف پر ہوتی ہے۔
عالم کہتا ہے:
آخرت کتنی اچھی اور خوبصورت جگہ ہے
اور فقیر کہتا ہے:
اللہ کے دیدار کے بغیر سب کچھ بے کار ہے
عالم فقیر کو دیوانہ، پاگل اور احمق سمجھتا ہے،
جبکہ فقیر کہتا ہے کہ عالم، خدا سے بے خبر ہے۔
عالم کہتا ہے کہ منطق، معانی اور علم حاصل کرنا بہتر ہے،
لیکن فقیر کہتا ہے:
اگر اللہ کی یاد کے بغیر صرف علم حاصل کیا جائے، تو وہ عمر کی بربادی اور نادانی ہے۔

فقیر یعنی طالبِ مولیٰ کون ہوتا ہے؟
مولیٰ کا لفظ چار حروف پر مشتمل ہے: "م، و، ل، ی"
ان چار حروف سے طالبِ مولیٰ میں چار خاص صفات پیدا ہوتی ہیں:
1. "م" سے:
طالب اپنے نفس کو اس کی خواہشات اور لذتیں نہیں دیتا،

اور ہر وقت اللہ کی معرفت میں غرق رہتا ہے۔
2. "و" سے:
وہ اللہ کی وحدانیت (ایک ہونے) میں مستغرق رہتا ہے۔
3. "ل" سے:
وہ اللہ کے دیدار کے لائق بن جاتا ہے،
اور دنیا کی فانی چیزوں سے دل ہٹا لیتا ہے۔
4. "ی" سے:
وہ اللہ کی یاد میں اتنا محو ہوتا ہے کہ
اسے نہ مال یاد رہتا ہے، نہ اولاد، اور نہ اپنا آپ۔

طالب علم کون ہے؟
علم کے تین حروف کی تاثیر:
ع: عقل کے علائق میں گرفتار۔
ل: لا یُسَبِّحُ، یعنی تسبیح سے غافل۔
م: میراث والد کا طالب۔
ایسا علم جو عمل کے بغیر ہو، محض دیوانگی ہے۔
اور وہ زہد جو علم کے بغیر ہو، کلر میں بیج بونے جیسا ہے۔ بے علم زاہد دوزخ کا ایندھن ہوتا ہے۔

علم کی روح اور حقیقت
زندگی علم میں ہے۔
راحت معرفت میں ہے۔
شوق محبت میں ہے۔
ذوق ذکر میں ہے۔
مشاہدہ مجاہدہ میں ہے۔
فقر فرحت میں ہے۔
اتفاق علم میں ہے۔
عزت و کرامت معرفت میں ہے۔
طالبِ حق کے لیے ضروری شرائط
خلق سے جدائی اور خلوت اختیار کرنا۔
دوستوں کو دشمن، اور اولاد کو یتیم اکبر جاننا۔
صحبتِ اہل اللّٰہ اختیار کرنا، کہ یہی حضوریِ حق کی اصل کنجی ہے۔
اگر محض خلوت سے حضوری ممکن ہوتی تو مرغیوں کو نصیب ہو جاتی۔
فقیری کوئی آسان راہ نہیں، بلکہ سوز و عشق میں جلنے کی رات دن کی مشقت ہے۔
الْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ — فقیر نہ کسی سے سوال کرتا ہے، نہ کسی سے توقع رکھتا ہے۔
فقیر کی زبان اللّٰہ کی تلوار ہوتی ہے۔
فقیر مرتبہ محمدی ﷺ پر ہوتا ہے، اس لیے وہ

کسی چیز کا طالب نہیں ہوتا۔

قیامت کا منظر
اللہ کے درویشوں سے دوستی رکھنے والوں کو ان کی محبت کے صدقے جنت ملے گی۔
اور جنہوں نے ان سے منہ موڑا، ان کی عبادات بھی قبول نہ ہوں گی۔

انسان کے نفس کے چار گھر:
1. زبان (لہو و لغو)
2. دل (وسوسے)
3. ناف (شہوت)
4. اطراف دل (کبر، حسد، ریا، وغیرہ)
ان گھروں کی آگ صرف ذکر اللہ کے پانی سے بجھتی ہے۔
حضور ﷺ نے فرمایا:
اولیائے اللہ مرتے نہیں، صرف ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔
موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے۔
جو دل سے زندہ ہے، وہ قبر میں بھی ذکر اللہ میں مشغول ہوتا ہے۔

ذکر اللہ و ذکر کلمہ طیب بذریعہ زبان و قلب و روح و سر یعنی ذکر جہر و ذکر خفی

(1) فضائل ذکر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے:
جو آدمی اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا اُن کی حالت زندہ اور مردہ کی سی ہے، یعنی جو ذکر کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ مردہ ہے۔
(2) حضور ﷺ کا فرمان ہے:
بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے چل پھر کر اہل ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں، جب وہ کسی گروہ کو ذکر اللہ میں مشغول پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو اُن مطلوب ذاکرین کی طرف بلاتے ہیں۔ پس وہ اہل ذکر کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔

(3) حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کا بوقت رحلت آخری کلام یہ تھا کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ بارگاہِ الٰہی میں محبوب ترین عمل کون

سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:جب تو مرنے لگے تو تیری زبان پر ذکر اللہ جاری ہو۔
حضرت معاذؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ:
میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: 'حسب ہمت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر پتھر اور ہر درخت کے پاس (یعنی ہر جگہ) ذکر اللہ کرتے رہو۔
(4) حضور علیہ الصّلوۃ والسّلام کا فرمان ہے:
کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے تمام اعمال سے بہتر ہو، اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور تمہارے تمام درجات سے بلند درجہ ہو، اور تمہارے لئے راہ خدا میں سونا بھی بہتر ہو، اور اس بات سے بھی افضل ہو کہ تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو، تم اُن کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں
صحابہ کرام نے عرض کی:
کیوں نہیں؟ ہمیں وہ عمل ضرور بتلائیں۔
فرمایا: وہ عمل ذکر اللہُ ہے۔
ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ جس طرح سَمتَر کرتا ہے۔ سَمتَر ایک پرندہ ہے جو لکڑیاں چن چن کر

ایندھن کا ڈھیر لگاتا ہے اور اُس میں بیٹھ کر اسم "ھُو" کا ذکر شروع کر دیتا ہے۔
جب وہ ہر سانس کے ساتھ اسم "ھُو" کی ضرب لگاتا ہے تو اُس کے وجود سے ذکر "ھُو" کی تیز آگ بھڑک کر لکڑیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، جس میں وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔
بعد میں جب بارش برستی ہے تو اُس راکھ سے ایک انڈہ نکلتا ہے، جس سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔
جب یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے باپ جتنا ہو جاتا ہے تو وہ بھی اپنے باپ کی طرح ذکر "ھُو" کی مشق کرتا ہے اور آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے، اور یہ سلسلہ ابدالآباد تک چلتا رہے گا
پس ذاکر فقیر بھی ہردم مرنے سے پہلے مرتا رہتا ہے۔
فقر کیا ہے؟
فقر کا مطلب ہے گھر کی ویرانی۔
جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے گھر کو ویران کر دیا تھا، یعنی گھر کی ہر چیز کو راہِ خدا میں صدقہ کر دیا، اور دنیا کو تین طلاقیں دے دیں۔ گھر میں نہ دیا جلانے کے لیے تیل رکھا، نہ فرش پر بچھانے کے لیے کوئی بوریا بستر۔

فقیر وہی ہے جو خدا کا دیا ہوا سب کچھ خدا ہی کو لوٹا دے اور خدا کا دلوایا ہوا خدا ہی کو دے دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان مبارک:

1. عذاب الٰہی سے نجات کے لئے آدمی کے پاس ذکر اللہؕ کے علاوہ اور کوئی معتبر عمل نہیں ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا:

کیا جہاد فی سبیل اللہ ذکر اللہؕ سے بہتر نجات دہندہ نہیں؟

حضورﷺ نے فرمایا:

ہاں، جہاد بھی نہیں، چاہے تم جہاد میں تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ۔

2. اگر کوئی شخص اپنے گھر میں درہموں کی بڑی رقم اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور دوسرا شخص مسلسل ذکر اللہ کرتا رہے، تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

3. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قیامت کے دن تم اہلِ کرم کو پہچان لو گے۔

پوچھا گیا:

اہل کرم کون ہیں؟

حضورﷺ نے فرمایا:

وہ لوگ جو مساجد میں ذکر اللہ کی مجالس

سجاتے ہیں۔
4. ہر انسان کے دل میں دو خانہ ہوتے ہیں:
ایک میں فرشتہ ہوتا ہے،
دوسرے میں شیطان۔
جب آدمی ذکر اللّٰہ کرتا ہے تو شیطان دور بھاگ جاتا ہے۔
اور جب ذکر اللّٰہ سے غافل ہوتا ہے تو شیطان غالب آجاتا ہے اور وسوسے دیتا ہے۔
5. جب کبھی جنت کے باغوں سے گزرو، تو وہاں چر لیا کرو۔
صحابہؓ نے پوچھا:
یعنی کیا ہے جنت کے باغ؟
حضور ﷺ نے فرمایا:
ذکر اللّٰہ کی محفلیں۔
6. جو لوگ ذکر اللّٰہ کیے بغیر مجالس سے اٹھتے ہیں، گویا وہ مردہ گدھے کی لاش کے پاس سے اٹھے ہیں، اور قیامت کے دن انہیں اس پر شرمندگی ہوگی۔
7. جو شخص ذکر اللّٰہ کیے بغیر اٹھے، اس کے پاس شرمندگی کے سوا کچھ نہیں۔
8. جو فرش پر لیٹا رہے اور ذکر اللّٰہ سے غافل رہے، اس کے پاس بھی شرمندگی کے سوا کچھ نہیں۔

9. اہل جنت کو کوئی حسرت نہیں ہوگی مگر اس بات پر کہ وہ کبھی کبھی ذکر اللّٰہ سے غافل رہ گئے تھے۔
10. ذکر اللّٰہ اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔
11. ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پوچھتا ہے:
"کیا تم پر کوئی ذکر اللّٰہ کرنے والا گزرا ہے؟
اگر ہاں کہے تو اسے مبارکباد دیتا ہے۔
12. جو لوگ زمین پر ذکر اللّٰہ میں مشغول رہتے ہیں، انہیں اعلیٰ جنت میں داخل کیا جائے گا۔
اور جن کی زبانیں ہر وقت ذکر اللّٰہ کی تسبیح سے تر رہتی ہیں، وہ ہنستے مسکراتے جنت میں جائیں گے۔
حدیث قدسی میں اللّٰہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے اپنے ہونٹوں پر یاد کرتا ہے۔ میں اپنے بندے کے ساتھ اُس کے گمان کے مطابق پیش آتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اُس کے ہم مجلس ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، جب وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے اُس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کا فرمان روایت ہے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی کرتا
ہے تو میں اُسے دس نیکیوں کا اجر دیتا ہوں بلکہ
اس سے بھی زیادہ
اور اگر وہ ایک گناہ کرتا ہے تو اُس کا ایک ہی گناہ
لکھا جاتا ہے یا وہ بھی بخش دیا جاتا ہے۔
جو شخص میری طرف ایک بالشت چلتا ہے تو
میں اُس کی طرف ایک گز چلتا ہوں۔
اگر وہ میری طرف ایک گز چلتا ہے تو میں اُس کی
طرف دو گز چلتا ہوں۔
اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کی
طرف دوڑ کر آتا ہوں
اور جو مجھے زمین کے کسی کونے میں شرک سے
پاک ہو کر ملتا ہے تو میں اُسے عطائے بخشش کے
ساتھ ملتا ہوں۔
سن اگر کوئی شخص عمر بھر روزے رکھتا ہے،
نمازیں پڑھتا ہے، حج کرتا ہے
اور شب و روز تمام عبادات سے افضل ترین
عبادت تلاوت قرآن میں مشغول رہتا ہے
لیکن زبان سے کلمہ طیب کا اقرار نہیں کرتا تو

وہ ہرگز مسلمان نہیں، اُس کی کوئی عبادت قبول نہیں کہ اُس کی ہر عبادت ایک کافر کا استدراج ہے۔
تمام اذکار میں سب سے افضل ذکر کلمہ طیب "لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه" کا ذکر ہے۔
عبادت ذکر اللہ کی محتاج ہے اور اہلِ ذکر اہلِ فقر کا محتاج ہے اور اہلِ فقر کسی کا محتاج نہیں۔
پس جسے تصدیق دل حاصل نہیں وہ ذاکر بھی نہیں۔ خدا نہ کرے کہ اُسے مومن مسلمان سمجھا جائے۔
خدا ترسی و صفائی و تصدیقِ دل ذکر اللہ سے پیدا ہوتی ہے۔
اللہ سے محبت کی علامت ذکر اللہ ہے اور اللہ سے بغض کی علامت ذکر اللہ سے غفلت ہے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ و الصلوۃ والسّلام کا فرمان ہے:
ہر چیز کی صیقل (صفائی کرنے والی چیز ہے اور دل کی صیقل ذکر اللہ ہے۔
فرمانِ الٰہی ہے:
تمام اہل ایمان اللہ پر اُس کے فرشتوں پر ، اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور رسولوں میں سے کسی کی تفریق نہیں کرتے۔
ہمیشہ خدا سے ڈرتے ہیں۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:
اور بھیجا رسولوں کو جن کا ذکر ہم پہلے ہی تم سے فرما چکے ہیں
اور ان رسولوں کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:
اور اللّٰہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام سے خاص کلام فرمایا۔
حدیث قدسی میں فرمانِ حق تعالٰی ہے:
جب تو دیکھے کہ میرا بندہ میرے ذکر سے غافل ہو گیا ہے تو میں اُسے محجوب کر دیتا ہوں۔
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کافرمان ہے:
ذکر اللّٰہ علامتِ ایمان ہے، نفاق سے خلاصی ہے اور شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے۔
حضور ﷺ کا فرمان ہے:
سب سے بہتر ذکر اللّٰہُ کا ذکر ہے۔
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کا فرمان ہے:
بے شک ذکر جلی میں دس فائدے ہیں،
(1) دل کی صفائی
(2) غفلت سے نجات،
(3) بدن کی صحت
(4) دشمنانِ خدا سے جنگ،

(5) اظہارِ دین،
(6) خطرات شیطانی سے نجات،
(7) ہوائے نفس کی نفی،
(8) اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ،
(9) غیر اللہ سے انحراف اور
(10) بندے اور اللہ تعالی کے درمیان سے حجابات کا اٹھنا۔

فقیر باھوؒ کہتا ہے:
ذکر کیا چیز ہے؟ ذکر کس چیز کو کہتے ہیں؟ ذکر سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟
اور ذاکر کو کون سا مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے؟

ذکر نام ہے پاکیزگی کا۔
جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک و حلال ہو جاتا ہے اُسی طرح ذکر سے آدمی کا وجود پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ جس طرح صابن کپڑے کو صاف کرتا ہے اُسی طرح ذکر اللہ آدمی کو پاک کرتا ہے۔
جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اُسی طرح ذکر اللہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
جس طرح بارش مردہ گھاس کو زندہ و سر سبز کر دیتی ہے اسی طرح ذکر اللہ آدمی کو حیات نو

بخشتا ہے۔
جس طرح روشنی تاریکی کو مٹادیتی ہے اُسی طرح ذکر اللّٰہ شقاوت کو مٹا دیتا ہے۔
جس طرح نمک طعام کو مزیدار بناتا ہے اُسی طرح ذکر اللّٰہ آدمی کو ہر دل عزیز بناتا ہے۔
جس طرح تکبیر حیوان کے ذبیحہ کو حلال کرتی ہے اسی طرح ذکر اللّٰہ آدمی کو پاکیزہ بناتا ہے۔
پہلے ذکر اللّٰہ ہے اور بعد میں نماز ہے۔
نماز میں سب سے پہلے بھی ذکر اللّٰہ ہے، پھر تکبیر تحریمہ بھی ذکر اللّٰہ ہے
اور آخر تمام نماز میں بھی ذکر اللّٰہ ہے۔
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کا فرمان ہے:
افضل ترین ذکر اللّٰہ کلمہ طیب
"لا إِلهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کا ذکر ہے۔
اس کے بعد تلاوت قرآن مجید اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کا نمبر آتا ہے۔
پس بسم اللّٰہ بھی ذکر اللّٰہ ہے۔
فرمانِ حق تعالی ہے:
پڑھ اپنے ربّ کا نام لے کر کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔
قرآن مجید کے نزول کا آغاز بھی اسم اللّٰہ سے ہوا جو ذکر اللّٰہُ ہے۔

زندگی کی انتہا پر جان کنی کے وقت بھی ذکر اللہ
کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے
کہ اُس وقت یا تو کلمہ طیب
"لا إله إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ" پڑھا جائے یا اللہ
کا نام لیا جائے یا کلمہ شہادت پڑھا جائے
اور یہ سب ذکر اللہ کے ہیں۔
جس اعمال نامے پر سر فہرست اللہ کا نام ہو گا
وہی اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
جب اعمال نامے کو ترازو میں تولا جائے گا تو
جس پلڑے میں اسم اللہ ہو گا وہی پلڑا بھاری ہو
گا۔
جب کوئی پل صراط سے گزرتے ہوئے ذکر "اللہ"
کرے گا
دوزخ اُس سے خوف کھائے گی اور وہ سلامتی
سے گزر جائے گا
اور جب کوئی بہشت کے دروازے پر ذکر اللہ کرے
گا
اُس پر محبت الٰہی کی مستی چھا جائے گی اور
اُسے تجلّیات دیدار الٰہی کا دائمی مشاہدہ بخش
دیا جائے گا۔
جو آدمی ذکر اللہ کا مزاق اڑاتا ہے یا غصہ کرتا ہے

یا ذکر اللّٰہ سے دشمنی کرتا ہے
وہ لعین ہے اور وہ تین حکمت سے خالی نہ ہوگا،
یا تو وہ کافر ہوگا یا منافق ہوگا، یا وہ فاسق ہوگا
اور یہ تینوں گروہ یعنی کافر و منافق و فاسق
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کے دور میں بھی
موجود تھے۔
جو شخص ذکر اللّٰہ سے روکتا ہے وہ انہی میں سے
ہے۔

ذکر اللّٰہ تو دین کی بنیاد اور دین کی استواری ہے۔
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام اور اُن کے اصحابؓ
جب کفار سے جنگ شروع کرتے تھے تو سب سے
پہلے ذکر اللّٰہ کا نعرہ بلند کرتے تھے۔
باطن میں نفس سے جنگ بھی ذکر اللّٰہ ہی کے
ہتھیار سے کی جاتی ہے۔

(1) ذاکرانِ الٰہی کے بدن کے ہر بال کی زبان ہوتی
ہے جو ہمیشہ ذکر اللّٰہ میں مشغول رہتی ہے۔
اُن کا دل ، اُن کی ہڈیاں ، اُن کے رگ و پوست اور
اُن کے تن بھی ذکر اللّٰہ میں مشغول رہتے ہیں۔
(2) اُن کے دل آتش عشق کی گرمی سے دیگ کی

طرح کھولتے رہتے ہیں
کبھی وہ پُر جوش ہوتے ہیں اور کبھی پُر سکون،
وہ اپنے شب و روز اسی طرح گزارتے ہیں۔
(3) طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ہادی
(مرشد کامل) کو اپنا پیشوا بنا لے
تاکہ وہ اُسے اسرار الٰہی سے آگاہی بخش کر
حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کی مجلس کی دائمی
حضوری بخش دے۔
(4) اے باھوؒ عشق کی چھت بہت بلند ہے،
اُس پر پہنچنے کے لئے اسم اللّٰہ ذات کی سیڑھی
استعمال کر جو تجھے ہر منزل و ہر مقام بلکہ لا
مکان تک پہنچادے۔
ذکر اللّٰہ کے جاری ہونے اور دل کے بیدار ہونے کی
علامت کیا ہے؟
وہ یہ کہ ذاکر کا دل مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا
ہے اور اس میں جان باقی رہتی ہے۔
زندہ دل ہر گز نہیں مرتا۔ مٹی اور کیڑے اُس کا
گوشت ہرگز نہیں کھاتے چاہے ہزار ہا سال ہی
کیوں نہ گزر جائیں۔
دل یہ نہیں کہ جس کی جنبش تجھے وجود میں
شکم کے بائیں جانب معلوم ہوتی ہے۔
خدانخواستہ یہ تو راہ قلب کا کتا ہے۔ یہ حیوانی

دل تو کفار و منافق و فاسق و مومن مسلمان سب
کے پاس ہے۔
دل تین قسم کا ہوتا ہے۔
ایک دل اللہ والوں کا ہے جو ہر وقت ذکر اللہ کے
نور سے جگمگاتا رہتا ہے
اور اس میں اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت و شوق
کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔
اُس میں سوائے طلب الٰہی کے اور کوئی طلب
نہیں ہوتی۔
دوسرا دل کافروں کا ہے جس میں حب دنیا کی
ظلمت بھری رہتی ہے۔
ایسے دل والے بظاہر مومن لیکن باطن کافر، ریا کار
اور اہلِ دنیا اُمرا کے تابعدار ہوتے ہیں۔
تیسرا دل اہلِ دنیا کا سلب شدہ دل ہے،
اُس دل کے مالک معرفت الٰہی سے محروم و خوار،
باطن سے بے خبر گدھے کی طرح بار بردار جانور
ہیں۔وزن اٹھانے والے
ذکر وہ ہے جو انبیائے کرام، اولیائے عظام، اور
اصفیاءِ کاملین کے طریق پر ہو۔ ایسا ذکر جو ذاکر
کو شریعتِ محمدی ﷺ سے ہم آہنگ اور نفس،
شیطان، معصیت، گناہ، حبِ دنیا اور اہلِ دنیا سے

بیگانہ کر دے۔
ذکر وہی حقیقی ہے جو ابتداء ہی میں ذاکر کو توحیدِ حق تعالیٰ میں غرق کر دے۔
ایسا ذکر ذاکر کو یا تو مجلسِ محمدی ﷺ میں پہنچا دیتا ہے، یا صحابۂ کرامؓ اور اولیائے کرامؒ کی روحانی مجالس میں لے جاتا ہے۔
اور بعض اوقات تو عرش سے کرسی تک کے جملہ مقامات کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔
جب ذاکر ذکر کے استغراق سے باہر آتا ہے تو وہ نیک خصلت، متواضع، باحیا، اور عارف ہو چکا ہوتا ہے۔ اس پر پھر بھوک و سیری، نیند و بیداری، مستی و ہوشیاری یکساں ہو جاتے ہیں۔
جو اس مرتبہ کو نہیں پہنچا، چاہے ذکر کے وقت حال میں ہو، بے خود ہو جائے، چیخے چلائے تو وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ ایسا شخص درحقیقت شیطان یا جن کے استدراج میں آیا ہوا ہے، جنہوں نے اس پر ایک طمانچہ مارا ہے۔
یاد رکھو جب کوئی بندہ سچا ذکر شروع کرتا ہے تو شیطان اس کی راہ روکنے کے لیے زمین و آسمان، عرش و کرسی اور دیگر مقامات کی جھوٹی تصویریں اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے، تاکہ وہ دھوکہ کھا جائے۔

پس جب تم دیکھو کہ کوئی شخص اہلِ بدعت،
فاسق، یا گمراہ ہے، تو اس سے نہ الجھو،
بلکہ اُس شیطان سے جنگ کرو جس نے اُسے
گمراہی میں ڈالا ہے۔
اسے حکمت و خیرخواہی سے نصیحت کرو، تاکہ
وہ ہدایت کی طرف پلٹ سکے۔

فرمانِ الٰہی
1. اللہ جو چاہتا ہے، کر گزرتا ہے۔
2. اور اللہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے، اُس کا حکم
جاری کر دیتا ہے۔
3. اللہ جسے چاہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہے
ذلت میں ڈال دیتا ہے۔
مثالی تشبیہیں برائے سلوک و معرفت
جاہل، ویران زمین کی مانند ہے جہاں بیج نہیں
اگتا۔
عالم، زرخیز زمین جیسا ہے۔
ذکر اللہ، بیج کی مانند ہے۔
معرفت، بیلوں کی جوڑی کی مانند۔
تفکر، ہل کے مانند۔
شریعت، کانٹوں کی باڑ کی مانند۔
طریقت، فصل کی مانند۔

حقیقت، خوشے کی مانند۔
معرفت، پاک غلے کی مانند۔
عشق، پکی روٹی کی مانند۔
فقر و محبتِ الٰہی، خوراک کی مانند ہے۔
جو اس راہ پر قدم نہ رکھے، وہ ناسوتی اور محروم الفطرت ہے۔
عقل وہ ہے جو خدا کی طرف راہنمائی کرے۔
علم وہ ہے جو وحدتِ الٰہی کی معرفت عطا کرے۔
اگر ذاکر خبردار ہو کر، اخلاص و ہوش کے ساتھ ذکر کرے تو
تمام شیطانی وسوسے، نفسانی خطرات مٹ جاتے ہیں اور اس کے سامنے حقیقی مقامات عیاں ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ جہاں بھی نگاہ کرے، صرف مقاماتِ ہدایت دیکھتا ہے۔ یہی اصلی معراج کی راہ ہے۔ اور اگر کوئی اس کے برعکس مناظر دیکھے، تو وہ بدعت و استدراج کی راہ ہے۔

ذکر کی اقسام اور ان کی صفات

1. ذکر وہ ہے جس کے ساتھ مقاماتِ ہدایت کی پرواز نصیب ہو
ادھر زبان پر ذکر ہو، ادھر یار سامنے ہو۔

2. وہ ذاکر جس پر دوران ذکر راہِ نبوی ﷺ نہ

کھلے، تو سمجھ لو کہ
وہ سیاہ دل ہے، جو برے لوگوں کی صحبت میں
رہتا ہے۔
3. ذکرِ خاص وہ ہے جو ہر سانس کے ساتھ کیا
جائے۔
یہ ریا کار، گدڑی پوشوں کے فریب سے پاک ہوتا
ہے۔
4. حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:
ذاکرانِ الٰہی کے سامنے حجابات کہاں رہتے ہیں؟
وہ تو ہمیشہ فنا فی اللہ میں غرق ہوتے ہیں

کلمہ طیب کی شرح و فضیلت

لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللّٰهِ

سب سے افضل ذکر:
کلمہ طیب،
یعنی لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللّٰهِ سب سے اعلیٰ اور افضل ذکر ہے۔ یہی کلمہ اسلام کی بنیاد اور توحید و رسالت کا خلاصہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے بے شمار فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے فضائل
1. نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ طیب کا ذکر:
جو شخص نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ طیب کو مد کے ساتھ کھینچ کے ادا کرتا ہے، اُس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے۔
2. کلمہ طیب اور جنت:
جو شخص کلمہ طیب کا ذکر کرتا ہے، اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔
3. کلمہ طیب کے حروف اور گناہوں کا کفارہ:
اس کلمے کے 24 حروف ہیں، جیسے دن رات کے

24 گھنٹے۔ جب بندہ اسے اخلاص سے پڑھتا ہے، تو ہر حرف اُس کے ہر گھنٹے کے گناہوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

4. اللہ تعالیٰ کا فرمان:

کلمہ طیب میری پناہ گاہ ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا، وہ میرے غضب سے محفوظ ہو گیا۔

5. چالیس بار تلاوت کا انعام:

جو شخص ایک نشست میں 40 مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللّٰهِ پڑھتا ہے، اس کے ستر سال کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

کلمہ طیب: علم و دین کا نچوڑ

دین اسلام کی تمام بنیادیں، ابتدا و انتہا کا علم، اور معرفتِ الٰہی کا خلاصہ کلمہ طیب میں مضمر ہے۔ یہ بہشت کی کنجی ہے، اور دل کی آنکھ سے دیکھا جائے تو محبوبِ حقیقی کی حضوری کا آئینہ ہے۔

لیکن یاد رکھ:

آئینہ جب زنگ آلود ہو جائے تو جمالِ یار کے جلوے نظر نہیں آتے۔

دل کو صاف کر، تاکہ تجھ پر انوارِ حق کا ظہور

ہو۔
دل کی تصدیق اور ذکر قلب
زبانی اقرار تبھی فائدہ دیتا ہے جب دل سے
تصدیق ہو۔
تصدیق دل کی بنیاد ذکرِ قلبی ہے۔
ذکرِ قلب حاصل ہوتا ہے شَیخِ مرشد واصل سے۔

شَیخِ مرشد واصل کی علامات:
وہ دل کو زندہ اور نفس کو مردہ کرتا ہے۔
اس کا ذکر دل میں اللہؐ کا نام بلند آواز سے جاری
کرتا ہے، جو خود بھی سنتا ہے اور پاس بیٹھنے
والے بھی۔
وہ سنتِ رسول ﷺ کو زندہ کرتا ہے اور بدعات کا
قلع قمع کرتا ہے۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:
جس نے مجھے ایک حرف سکھایا، وہ میرا مولیٰ
ہے۔
وہ "حرف" اسم اللہؐ ذات ہے، جو انسان کو مولیٰ
کی طرف لے جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت
محمدی ﷺ پر عمل پیرا ہو۔
صاحبِ تصور مرشد پل بھر میں طالبِ مولیٰ کو
مطلوبِ حقیقی سے ملا دیتا ہے۔

جو شخص ذکرِ اسم اللہ سے منور ہوتا ہے، وہ غیر اللہ سے متنفر ہو جاتا ہے۔
جس کے وجود میں "ھو" کا ذکر جاری ہو جائے، وہ صرف حق سے محبت کرتا ہے اور ماسویٰ اللہ سے وحشت کھاتا ہے۔
اہل اللہ، فقیر، درویش، دنیا کی زیب و زینت سے بے نیاز ہوتے ہیں۔
ان کے لیے ماں، باپ، بیٹے، بیٹیاں، مال و دولت سب تماشائے دنیا ہے۔
ان کا دل فقرِ محمدی ﷺ سے آباد اور ذکر اللہ سے لبریز ہوتا ہے۔
ایسے فقیر لا مِلک ہوتے ہیں، جیسے مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔
فرمانِ حق تعالیٰ:
اُس دن بڑے بڑوں کو بولنے کی جرأت نہ ہو گی۔

فقر کی حقیقت

جو فقیر دنیاوی چیزوں یا رہائش کو اپنی ملکیت سمجھے، وہ فقیر نہیں بلکہ کافر مطلق ہے۔
اللہ کا سچا فقیر صرف ذکرِ الٰہی اور رضائے مولیٰ کا طالب ہوتا ہے۔

اَسے دنیاوی جاہ و حشم نہیں بھاتا، بلکہ اَس کی نگاہ روزِ محشر پر ہوتی ہے۔
اے اولادِ آدم عَلَیہِ السَّلام
کتے سے کم نہ بن، کہ وہ بھی کسی چیز کو اپنی ملکیت نہیں کہتا۔
سچا فقیر وہی ہے جو مسجد کی مانند سجدہ گاہِ خاصانِ خدا ہو،
اور اُس کے دل میں بس اللّٰہ ہو،

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:
جو چیز تجھے اللّٰہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنی طرف متوجہ کرلے، وہ تیرا بت ہے۔
یہ حدیث توحیدِ خالص کا اعلان ہے۔

"بت" صرف پتھر یا لکڑی کا نہیں ہوتا، بلکہ ہر وہ چیز جو اللّٰہ کی یاد سے غافل کر دے، دل کا بت بن جاتی ہے۔
یہ چیز مال ہو سکتی ہے، اولاد، دنیاوی مقام، شہرت، نفس، خواہشات، حتیٰ کہ عبادت پر ناز بھی
اگر کوئی چیز تجھے اللّٰہ سے ہٹا کر اپنے آپ میں مشغول کر لے، تو وہ شرکِ خفی بن جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص نماز تو پڑھتا ہے، لیکن دل میں
ریا (دکھاوا) یا فخر ہے، تو وہ عبادت بھی اُسے
اللّٰہ سے دور کر رہی ہے۔ ایسے میں وہ عبادت نہیں،
بت ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر فقر ہی شریعت بن
جاتا ہے، فقر ہی طریقت ہے، فقر ہی حقیقت ہے،
فقر ہی معرفت ہے، فقر ہی عشق ہے اور فقر ہی "لَا
سِوٰی اللّٰہ" ہے۔
یہ جملہ فقرِ محمدی ﷺ کی انتہائی بلندیوں کی
طرف اشارہ کرتا ہے۔
یہاں "فقر" کا مطلب غربت یا محتاجی نہیں بلکہ
روحانی فنا، زہد، اور اللّٰہ پر کامل بھروسا ہے۔
آئیے ایک ایک پہلو سمجھتے ہیں:
فقر ہی شریعت ہے:
فقر سے مراد نفس کی نفی، عاجزی، اللّٰہ کی
بندگی ہے — اور یہی شریعت کی اصل روح ہے۔
جو فقیر ہوتا ہے، وہ دنیا سے بے نیاز ہو کر شریعت
کے ظاہری و باطنی تقاضے پورے کرتا ہے۔

فقر ہی طریقت ہے:
طریقت کا سفر دل کی صفائی، ذکر، مجاہدہ اور

مرشد کامل کی صحبت ہے۔
فقیر وہی ہے جو اپنی خواہشات کو مٹا کر مرشد کریمؒ کے قدموں میں فنا ہو جائے۔

فقر ہی حقیقت ہے:
حقیقت وہ مقام ہے جہاں بندہ اللہ کو یقین اور دل کی آنکھ سے پہچانتا ہے۔
فقیر دنیا سے بے نیاز ہو کر "ھو اللہ" کے اسرار میں گم ہو جاتا ہے۔

فقر ہی معرفت ہے:
معرفت وہ علم ہے جو دل میں القاء ہوتا ہے، جو محض کتابوں سے نہیں، فنا فی اللہ ہونے سے ملتا ہے۔ فقیر کو رب کی پہچان اسی وقت ملتی ہے جب وہ اپنے آپ کو بھول کر صرف اللہ کو یاد رکھتا ہے۔

فقر ہی عشق ہے:
عشق کا تقاضا ہے کہ محبوب کے سوا کسی کی طلب باقی نہ رہے۔
فقیر وہ عاشق ہے جو صرف اللہ کو چاہتا ہے، ہر لمحہ یادِ یار میں غرق رہتا ہے۔

فقر ہی "لَا سِوٰی اللّٰہ" ہے:
یہ وہ بلند ترین مقام ہے جہاں بندہ ہر شے سے بے نیاز ہو کر صرف یہ جانتا ہے اللّٰہ کے سوا کچھ بھی نہیں یہی اصل توحید ہے، یہی فقرِ اکبر ہے، یہی باطن کی تکمیل ہے۔
جان لے کہ فقر ایک سمندر ہے، ایک ایسا گہرا سمندر جس میں مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ جو سالک اس سمندر کے کنارے پر پہنچ کر زہر کا پیالہ پی لیتا ہے، وہ "مر کر شہید" ہو جاتا ہے۔
لیکن یاد رکھ، وہ مرتا نہیں بلکہ قرآن کے اس ارشادِ ربّانی کا مظہر بن جاتا ہے
وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ
اور میں اپنا معاملہ اللّٰہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللّٰہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔
یہی وہ مقام ہے جسے "مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا" کہا گیا: مرنے سے پہلے مر جاؤ

اصحابِ رسول ﷺ کی روحانی تقسیم
حضرت ابوبکر صدیقؓ —– شریعت ہیں
حضرت عمر فاروقؓ —– طریقت ہیں
حضرت عثمان غنیؓ —– حقیقت ہیں

حضرت علی المرتضیٰؓ —— معرفت ہیں
حضور نبی کریم ﷺ —— ان تمام کے جامع، روح اور سرّ ہیں
یہی نہیں، بلکہ:
حضرت ابوبکرؓ —— صدق ہیں
حضرت عمرؓ —— عدل ہیں
حضرت عثمانؓ —— حیا ہیں
حضرت علیؓ —— جود و کرم ہیں
حضور ﷺ —— فقر ہیں

اور ان پاک ہستیوں کو عناصرِ اربعہ سے بھی یوں تعبیر کیا گیا:
حضرت ابوبکرؓ —— ہوا
حضرت عمرؓ —— پانی
حضرت عثمانؓ —— آگ
حضرت علیؓ —— خاک
حضور نبی کریم ﷺ —— ان تمام عناصر کی جان
یہ نسبت صوفیاء کرام کے اس تصور کو ظاہر کرتی ہے کہ:
خلفائے راشدینؓ کائناتی عناصر کی علامتیں ہیں، اور رسول اللہ ﷺ ان سب کا مرکز اور روحانی سرچشمہ ہیں۔"

یہ ایک روحانی حکمت ہے جو ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ ہر شخص کے اندر ایک صفت نمایاں ہو سکتی ہے، مگر نبی ﷺ کی ذات میں ساری صفات کا کامل امتزاج ہے۔

انسان، رازِ الٰہی
حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے:
اَلْإِنْسَانُ سِرِّيْ وَاَنَا سِرُّہٗ
انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔
کامل ترین انسان حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ باقی تمام انسانوں نے اپنی نسبت، مرتبہ اور مقام اسی نسبتِ محمدی ﷺ سے پایا، اور اپنی اپنی مراد کو پا کر دو جہانوں سے آزاد ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ —— صاحبِ صدق
حضرت عمرؓ —— صاحبِ عدل
حضرت عثمانؓ —— صاحبِ حیا
حضرت علیؓ —— فقر کے شہسوار
"بازی فقر" کے فاتح ہیں

مراقبہ اور فقر کی انتہا
جب ایک فنا فی اللہ فقیر، جو عاشق باللہ ہو، اس

بلند مقام پر پہنچتا ہے تو مراقبہ میں اتنا کامل ہو جاتا ہے کہ:
جونہی مراقبہ کی نیت سے آنکھ بند کرتا ہے، اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ جاتا ہے
اور جب آنکھ کھولتا ہے، خود کو اسی جگہ پاتا ہے جہاں سے اُس نے مراقبہ شروع کیا تھا
وہ فقیر جہاں چاہے، جس مجلس میں چاہے پہنچ جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں طریقت اپنے انتہا پر پہنچتی ہے۔

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی رضا: حقیقی کامیابی
اگر تو نبی کریم ﷺ کو راضی کر لے، تو یہی دونوں جہانوں کی اصل کامیابی ہے۔
اللّٰہ ہی کافی ہے، اس کے سوا سب کچھ فانی اور لاحاصل ہے۔

دنیا کا حصول خبیث و کمینے لوگوں کا نصیب ہے۔
دنیا ایک دائمی ذلت ہے، کہ اس کا مال و دولت دراصل شیطان کا سرمایہ ہے،
اور اہل دنیا اسی سراب کے پیچھے دن رات بے سکونی سے دوڑتے پھرتے ہیں۔

اہل اللہ، فقراء اللہ تعالیٰ سے ایسا اخلاص رکھتے ہیں
جیسا کہ دنیا پرست لوگ شیطان سے
حالانکہ ربِّ کریم نے خود فرمایا:
اے اولادِ آدم شیطان کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
(الاعراف: 27)
عجیب تماشا ہے
خدا سے دشمنی، اور دنیا و شیطان پر اعتماد
(نعوذ باللہ) میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

دنیا کا مطلب ہی کامل پریشانی ہے
یہ اپنے چاہنے والوں کو مصائب، شر انگیزی، اور بے سکونی میں مبتلا کرتی ہے۔
جبکہ "اسم اللہ" کا مطلب ہے کامل جمعیت،
جو اپنے دوستوں کو دونوں جہان میں سکون و وقار عطا کرتا ہے۔
سبحان اللہ

حیرت ہے
لوگ "اسم اللہ ذات" سے گریز کرتے ہیں

اور وسوسوں و خطرات کو اختیار کرتے ہیں۔
غفلت کی نیند سوتے ہیں
اور حرص و طمع میں جاگتے ہیں
حالانکہ ہر ذرّے کا حساب دینا ہے۔
پھر بھی لوگ جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی کے دامن سے چمٹے رہتے ہیں۔ حرص دنیا سراسر عذاب ہے، اور اہل حرص گویا ایک خواب میں ہیں۔

حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:
اہلِ دنیا بے عقل ہیں،
کہ رات دن مال و دنیا کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں، گویا وہی اُن کا مطلوب، مقصود، بلکہ معبود ہے۔
ایسے لوگ "طالبِ مردود" ہیں۔
دنیا کی لذت، لذتِ احتلام کی مانند ہے محض فریبِ نظر
مردانِ خدا پر دنیا حرام ہے۔
دنیا ایک بے حیا عورت کی مانند ہے
اور اس کا طالب بے وفا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

مومن مومن کا آئینہ ہے۔
(ابو داؤد)

دنیا کیا ہے؟
ہر وہ چیز جو بندے کو اللہ سے غافل کر دے
وہی دنیا ہے۔
اگر مال و دولت ہو مگر قناعت بھی ساتھ ہو،
تو وہ باعثِ غنایت بن سکتا ہے۔
ورنہ یہی دولت تباہی کی جڑ ہے۔
کبھی کسی مفلس نے "خدائی" کا دعویٰ نہیں کیا۔
جب بھی کیا، اہلِ دنیا ہی نے کیا

دل اور عشقِ الٰہی

(تعلیماتِ حضور سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ و فیوضاتِ حضرت سخی سلطان باھوؒ)

سن اے صاحبِ دل
تیرا دل کعبۂ اعظم ہے، اسے ہر غیر اللّٰہ (بتِ خیال) سے پاک کر۔
تیرا دل بیت المقدس ہے، اسے بت فروشوں کی دکان مت بنا۔
"بیت المقدس" ایک پاک اور مقدس مقام ہے
انبیاء علیہم السّلام کا مرکز، عبادت گاہ، اور اللّٰہ تعالیٰ کا برگزیدہ گھر۔
جب کہا گیا:
تیرا دل بیت المقدس ہے
تو مراد یہ ہے کہ:
انسان کا دل بھی اللّٰہ کی نظر میں ویسا ہی مقدس مقام ہے
جیسے بیت المقدس زمین پر ہے، ویسے ہی دل باطن میں اللّٰہ کی تجلّیات کا مرکز ہے۔
"بت فروشوں کی دکان" کا مطلب ہے:

لالچ حسد کینہ شہوت غرور دنیا کی محبت نفس کی پیروی غیر اللہ کی چاہت یہ سب باطن کے بت ہیں۔
جب یہ کہا گیا: اسے بت فروشوں کی دکان مت بنا تو مطلب یہ ہے:
اپنے دل کو گندگی، دنیاوی آلائش، اور نفسانی خواہشات کا بازار مت بنا
بلکہ اسے خالص اللہ کی محبت، ذکر، اخلاص، اور معرفت سے آباد رکھ۔
یہ جملہ انسان کو تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، اور توحیدِ باطنی کی طرف بلاتا ہے۔
صوفیانہ اصول:
جو دل غیر اللہ سے پاک ہو جائے، وہی دلِ سلیم ہے۔
ایسے دل میں اللہ کی تجلّیات نازل ہوتی ہیں۔
اور ایسا دل ہی مرشد کامل کی نظرِ فیض سے کھلتا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
دل تین قسم کے ہوتے ہیں:
قلبِ سلیم: جس میں سوائے معرفتِ الٰہی کے کچھ نہ ہو۔
قلبِ منیب: جو ہر شے سے منہ موڑ کر اللہ کی

طرف مائل ہو جائے۔
قلبِ شہید: جو ہر وقت جمالِ الٰہی کے مشاہدے میں غرق رہے

ذکرِ قلبی کی فضیلت
حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:
کثرتِ نماز و روزہ سے پل بھر کا قلبی ذکرِ اللّٰہ بہتر ہے۔
نبی پاک ﷺ نے فرمایا:
قلبی ذکر اللّٰہ سے افضل ہے، نہ نماز، نہ روزہ، نہ نفل، نہ فرض
آتشِ عشق اور جہنم کی آگ
اہلِ محبت کے دل میں ایسی آگِ عشق ہوتی ہے کہ جہنم کی آگ اس کے سامنے سرد ہے۔
جو آتشِ عشق میں نہ جلا، اسے دوزخ کی آگ جلا دے گی۔
آگ جہنم اُس سے ڈرتی ہے جس کے دل میں عشقِ الٰہی کی آگ بھڑک رہی ہو
فقیر سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:
دل نیلوفر کے پھول کی مانند ہے، جس کے اندر چار خانے ہیں:
1. خانہ علم 2. خانہ ذکرِ اللّٰہ 3. خانہ معرفتِ الٰہی

4. خانہ فقر (فنا فی اللہ، بقا باللہ)
لیکن ہر خانے پر پردہ ہے:
پہلا: غفلت دوسرا: حرص تیسرا: حسد چوتھا: کبر
ہر پردے پر شیطانی موکل (خناس، وسوسہ، خطرات) مامور ہیں۔
ان کا علاج:
1. علمِ شریعت 2. ذکرِ طریقت 3. فکرِ معرفت
4. ترکِ معصیت و حبِّ دنیا
یہ بھاری پردے صرف مرشد کامل کی نگاہِ فیض سے اٹھتے ہیں۔

فرمان الٰہی:
اللَّهُ لَمْ يَجْعَلْ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ
ترجمہ:
اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔
(سورۃ الاحزاب: آیت 4)
یہ آیت ایک اہم اصولی بات کی وضاحت کر رہی ہے:
اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں صرف ایک ہی دل رکھا ہے، اور انسان کا باطن و شعور بھی

یکجہتی اور اخلاص کا تقاضا کرتا ہے۔
یہ آیت دراصل کئی اہم نکات کی وضاحت کے لیے نازل ہوئی:
انسان کے جسم میں صرف ایک ہی دل ہوتا ہے۔
دل جسم کا وہ حصہ ہے جو فکری، جذباتی اور روحانی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ دو دل ہونے کی صورت میں انسان ذہنی و روحانی تضاد میں مبتلا ہو جاتا، جو حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔
یہ آیت صرف جسمانی حقیقت نہیں بلکہ باطنی حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے:
انسان کے دل میں دو مخالف محبتیں نہیں بس سکتیں، جیسے:
اگر دل اللہ کے لیے خالص نہ ہو، تو اس میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے دل کو دو حصوں میں بانٹنے کی اجازت نہیں دی۔
یہ آیت منافقوں کے باطن کو رد کرتی ہے، جو بظاہر ایمان ظاہر کرتے تھے، مگر دل میں کفر رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:
ایک دل میں دو متضاد عقیدے نہیں ہو سکتے۔ یا تو وہ مومن ہے یا منافق۔
دل کو ایک طرف جھکاؤ دینا ضروری ہے: یا تو اللہ

کی طرف یا دنیا کی طرف۔
دل میں اللہ کی محبت ہو، نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہو، اور مرشدِ کامل کی رہنمائی ہو، تو وہی دل کامیاب ہے۔

عشق، فنا، اور حضوری
دل، دم، اور روح ایک ہی فکر میں غرق ہوں۔
ہر لمحہ حضوریِ حق میں رہیں۔
استغراق کی حالت میں بھی شرک و کبر سے ہوشیار رہے۔
فنا فی اللہ بن جا تاکہ حق میں باقی ہو سکے
حضور سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:
میں تیس سال تک مرشد کامل کو تلاش کرتا رہا
اب سالہا سال سے سچا طالب تلاش کر رہا ہوں
اگر کوئی سچا طالب سامنے آتا، تو میں اُسے عرش و کرسی تک پہنچا دیتا۔

استقامت کا مقام
جیسے سب مرید اپنے مرشد شَیخ صُنانؒ سے بد ظن ہوگئے مگر شَیخ فرید الدین عطارؒ ثابت قدم رہے اور اپنے مرشد شَیخ صُنان سے بدظن نہ ہوئے، ویسے ہی سچا مرید وہی ہے جو ظاہر و باطن میں

مرشد سے بدگمان نہ ہو۔

دل کی تین اقسام
1. پہاڑ کی طرح: عشقِ الٰہی میں اٹل – یہ عاشق کا دل ہے۔
2. درخت کی طرح: جڑوں پر جما – یہ مضبوط مومن کا دل ہے۔
3. پتوں کی طرح: پلٹتا ہے مگر منتشر نہیں – یہ طالبِ صادق کا دل ہے۔
دل کی صفائی عشقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں
قلبی ذکر ہی معراجِ بندگی ہے
مرشد کامل ہی وہ آئینہ ہے جس میں جلوۂ حق ظاہر ہوتا ہے
سچی طلب، خلوص، اور فنا ہی وصال کا راستہ ہیں

جِتَن جِتَن ہر کوئی کِھیڈے
تو‌ں ہارن بازی کِھیڈ فقیرا

حضرت جنیدؒ خلیفہِ بغداد کا درباری پہلوان، مملکتِ عباسیہ کی شان و شوکت، اور قوت و جلال کا جیتا جاگتا استعارہ تھا۔ وقت کے نامور سورما اس کی بے مثال طاقت، حیرت انگیز فنِ کشتی اور ناقابلِ تسخیر رُعب کے قائل تھے۔ قد و قامت ایسا کہ دیکھنے والوں پر رعب طاری ہو جائے، اور جلال ایسا کہ بڑے بڑے بہادر اس کی نگاہ سے نگاہ ملانے کی ہمت نہ رکھتے۔
حضرت جنیدؒ اپنی شہرت کے نقطۂ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ اب مملکت بھر میں اس کا کوئی ہمسر باقی نہ رہا تھا۔ خلیفہ کے دربار میں اس کے لیے مخصوص نشست مقرر تھی۔ وہ کلغی لگائے، شاہی لباس پہنے، خلیفہ کی دائیں جانب فخر سے بیٹھا کرتا تھا—ایک ایسا نشانِ عظمت، جو سلطنت کی شوکت اور شاہی رعب کی علامت بن چکا تھا۔
اس دن دربار حسبِ معمول آراستہ تھا۔ اراکینِ سلطنت اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے۔

حضرت جنیدؒ بھی پورے شاہی جاہ و جلال کے ساتھ موجود تھے کہ ایک چوبدار دربار میں حاضر ہوا اور ادب سے اطلاع دی:
حضور قلعے کے دروازے پر ایک عجیب و غریب شخص کھڑا ہے۔ دیکھنے میں لاغر، چہرہ مرجھایا ہوا، لباس میلا اور پیراہن چاک چاک۔ بظاہر ایک فقیری صورت، لیکن اس کی پیشانی کی شکنیں اور آواز کی سختی کچھ اور ہی کہانی سناتی ہیں۔ ضعف و نقاہت کا یہ عالم ہے کہ کھڑا رہنا مشکل، مگر دعویٰ ایسا کہ عقل دنگ رہ جائے۔
صبح سے مسلسل اصرار کر رہا ہے کہ جنیدؒ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔
پاسبانوں نے اسے بہت سمجھایا، کہا:
اے درویش جس کی ایک للکار سے پہاڑ ہل جائیں، اُس سے کشتی کا خیال بھی مت کر، یہ دیوانگی ہے۔
مگر وہ اپنی بات پر ڈٹا ہوا ھے:
میرا پیغام جنیدؒ تک ضرور پہنچاؤ۔
دربار میں موجود لوگ اس اطلاع پر حیرت و تجسس میں مبتلا ہو گئے۔ خلیفہ نے فوری حکم دیا: اس شخص کو ہمارے حضور لایا جائے۔
چند لمحوں بعد چوبدار اُسے ہمراہ لے کر دربار میں

داخل ہوا۔ نقاہت سے اس کے قدم لرز رہے تھے، چہرے پر ہوائیاں تھیں، لیکن نگاہ میں اک عجیب سی چمک اور کردار میں فاتحانہ استقامت تھی۔ بظاہر ایک شکست خوردہ، لیکن باطن میں ایک بے خوف مجاہد۔
وہ بمشکل دربار کے بیچوں بیچ آ کھڑا ہوا... اور خاموشی چھا گئی۔
تم کیا کہنا چاہتے ہو؟
وزیر نے سنجیدہ لہجے میں دریافت کیا۔
جنیدؒ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں
اجنبی نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔
وزیر نے حیرت اور افسوس کے امتزاج سے کہا:
کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جنیدؒ کا نام سن کر بڑے بڑے پہلوانوں کے ماتھے پر پسینہ آ جاتا ہے؟ ساری ریاست میں اب اس کا کوئی مدِ مقابل نہیں رہ گیا۔ تم ایک ایسی مضحکہ خیز بات پر اصرار کر رہے ہو جو نہ صرف دماغی خلل کا ثبوت ہے بلکہ تمہارے لیے ہلاکت کا پیغام بھی بن سکتی ہے۔
اجنبی شخص نے نرمی مگر وقار سے جواب دیا:
جنیدؒ کی شہرت ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔
میں اس موہوم عقیدے کی تردید کرنا چاہتا ہوں کہ ریاست میں جنیدؒ کا کوئی ثانی نہیں۔ فتح

و شکست کا پیمانہ صرف قد و قامت یا بازوؤں کی طاقت نہیں ہوتا۔ فن کی ذہانت، مہارت، اور حکمت کا بھی اپنا مقام ہے۔ اطمینان رکھیے، میرا دماغی توازن بالکل درست ہے۔ مجھے ناصح کی ضرورت نہیں، انجام کی ساری صورت میرے سامنے ہے۔ اب غیر ضروری بحثوں میں وقت ضائع نہ کیجیے، صرف اثبات یا نفی میں جواب دیجیے۔
اجنبی شخص کی جرأتِ گفتار اور دلیرانہ انداز پر سارا دربار دم بخود رہ گیا۔ درباری آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے:
یہ کہنا کہ یہ شخص پاگل ہے، سراسر غلط ہے۔
اس کی گفتگو کا انداز تو کسی دانشور یا ولی کامل کی شخصیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس ظاہری فقیری کے پس منظر میں ہو نہ ہو، کوئی فن کا نادر کرشمہ چھپا ہے۔
جنیدؒ بھی اس اجنبی کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بار بار اس کا سراپا دیکھتے، لیکن کہیں سے بھی مہارت یا طاقت کی کوئی علامت دکھائی نہ دیتی۔ وہ سخت حیران تھے کہ آخر کون سا راز ہے جو اسے اتنا بے خوف اور دلیر بنا رہا ہے۔
معاملہ پیچیدہ ہو چکا تھا۔ خلیفہ وقت نے

وزیر کو اشارہ کیا کہ اہلِ دربار کی رائے معلوم
کی جائے۔ وزیر نے درباریوں سے استفسار کیا۔
کچھ لمحوں کی بحث و تمحیص کے بعد ساری
صورتحال واضح ہو چکی تھی۔
درباریوں نے متفقہ رائے دی:
جب اسے ہر نشیب و فراز سمجھا دیا گیا اور پھر
بھی وہ اپنی ضد پر قائم ہے تو اس کا چیلنج
قبول کر لیا جائے۔ اگر یہ شکست کھا گیا، تو توقع
کے عین مطابق ہوگا۔ لیکن اگر فتح یاب ہو گیا، تو
ایک پر اسرار شخصیت کے جوہرِ کمال سے دنیا
پہلی بار روشناس ہوگی، اور یہ ہمارے دربار کے
لیے باعثِ فخر ہوگا۔
بالآخر خلیفہ نے اس قرارداد پر اپنی مہرِ تصدیق
ثبت کر دی۔ حکم صادر ہوا کہ مقابلے کا اعلان
شاہی فرمان کے تحت ریاست بھر میں کر دیا
جائے۔
اطمینان رکھا جائے، میں وقتِ مقررہ پر دنگل میں
حاضر ہو جاؤں گا۔
یہ کہتے ہوئے اجنبی شخص باوقار انداز میں دربار
سے رخصت ہو گیا۔
اپنے زمانے میں جنیدؒ کا کوئی مدِمقابل نہیں ہے
یہ یقین لوگوں کے دلوں میں اس طرح پیوست ہو

چکا تھا کہ جیسے ہی اس مقابلے کا ذکر زبان پر آتا، سننے والا دم بخود رہ جاتا۔
ساری مملکت میں ہونے والے اس عظیم دنگل کا چرچا تھا۔ شاہراہوں پر، بازاروں میں، گلی کوچوں اور محفلوں میں صرف اسی تذکرے نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ہر زبان پر یہی سوال تھا، ہر دل اسی سوچ میں گم – آخر یہ اجنبی مسافر کون ہے؟
اس اجنبی کے متعلق افواہوں کا بازار گرم تھا:
کسی نے کہا:
یہ شخص دراصل ایک نہایت چالاک شاطر ہے، دیوانوں کا بھیس اوڑھ کر اپنی چرب زبانی سے سب کو دھوکہ دے گیا۔ اب وہ پلٹ کر ہرگز نہیں آئے گا، وہ اپنی موت کو دعوت نہیں دے گا۔
کچھ کا خیال تھا:
دربارِ خلافت کا ایک امیر شخص ایک پاگل کے جنون کا شکار ہو گیا ہے۔ عقل کی سلامتی کے ساتھ ایسا اقدام ناممکن ہے۔
مگر کچھ لوگوں کی رائے مختلف تھی:
نہیں وہ ضرور آئے گا۔ اسے پاگل یا شاطر سمجھنا غلط ہے۔ وہ فن کی مہارت میں ایک پر اسرار شخصیت کا مالک معلوم ہوتا ہے۔ ایسا گہرا اور باوقار اندازِ گفتگو پاگلوں کا نہیں ہوتا۔

جن لوگوں نے اسے دیکھا تھا، وہ کہتے تھے:
اس کے سراپا میں ایک عجیب والہانہ کشش ہے۔
ایسا روحانی جاذبہ کسی عام انسان میں نہیں
ہوتا۔ نہ وہ پاگل ہے، نہ دھوکے باز۔ وہ یقیناً کوئی
فنکارِ کامل ہے۔
الغرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ باتوں، قیاس
آرائیوں اور افواہوں کا طوفان اٹھ چکا تھا۔ جیسے
جیسے دنگل کی تاریخ قریب آ رہی تھی، ویسے
ویسے انتظار کا شوق بھی شدت اختیار کرتا جا
رہا تھا۔
لوگ سب سے زیادہ حیران اس بات پر تھے کہ یہ
مقابلہ گویا "پہاڑ اور تنکے" کے درمیان تھا۔ برسوں
کے بعد پہلی بار جنیدؒ کے لیے کسی چیلنج کی
بازگشت سنی گئی تھی۔ ساری فضا شور و ہنگامے
سے اس قدر بوجھل ہو چکی تھی کہ خود جنیدؒ
بھی ایک عجب عالمِ تحیر میں ڈوبے رہتے تھے۔
اندر ہی اندر کوئی انجانی کیفیت انہیں اپنی
گرفت میں لیے جا رہی تھی۔ جیسے کوئی انجانا
احساس ان پر سایہ فگن ہو چکا ہو۔ شاہی دربار
کے قریبی حلقوں میں بھی یہ چرچا عام ہو چکا
تھا:
اس بار کا مقابلہ کچھ مختلف ہے۔ اجنبی کا انداز

کچھ ایسا پر اسرار ہے کہ خود جنیدؒ پر بھی ایک نامعلوم ہیبت طاری ہو چکی ہے۔
اب وہ تاریخ آ پہنچی تھی۔ وہ شام آ گئی تھی جس کی صبح تاریخ کا ایک انوکھا فیصلہ سنانے والی تھی۔ دور دراز ملکوں سے سیاحوں اور تماشائیوں کے قافلے بغداد میں اترنا شروع ہو چکے تھے۔
ملک کی ہر بستی سے، ہر قبیلے سے، کارواں در کارواں، اونٹوں اور گھوڑوں کی قطاریں بغداد کی جانب رواں تھیں۔ جدھر نگاہ جاتی، انسانوں کا ایک سیلاب نظر آتا – ہر کوئی اس اجنبی اور جنیدؒ کے درمیان ہونے والے عظیم الشّان مقابلے کا چشم دید گواہ بننے کے لیے بے تاب تھا۔
اور جنیدؒ؟
ان کے لیے آج کی رات بے حد پُر اسرار اور بھاری تھی۔
ساری رات بے چینی میں کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ اپنے زمانے کا نامور سورما، آج نہ معلوم خوف کے بوجھ تلے ڈوبا جا رہا تھا۔ جس نے بڑے بڑے زور آوروں کا غرور مٹی میں ملا دیا تھا، آج ایک نحیف و نزار اجنبی کے خیال سے لرز رہا تھا۔
دربار شاہی کے وقار اور اپنی عالمگیر شہرت کا

بار بار سامنا اسے سوچ میں مبتلا کر رہا تھا۔ دل کے کسی کونے میں یہ خلش جاگزیں ہو چکی تھی کہ اس اجنبی کے فاتحانہ تیوروں کے پیچھے ضرور کوئی مخفی طاقت ہے۔ یہ کسی عام آدمی کا کارنامہ نہیں۔ کوئی نادیدہ قوت، کوئی معنوی کمال، یا باطنی جوہر اس کا پشت پناہ ہے، وگرنہ کسی بے مایہ انسان میں ایسی جرات کردار پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔

انہی سوچوں کے طوفان رات بھر اس کے ذہن میں برپا رہے، اور پھر بغداد کی پہاڑیوں پر سحر کا اجالا پھیل گیا۔

صبح ہوتے ہی شہر کے سب سے وسیع میدان میں لوگ جگہ گھیرنے کو آنا شروع ہو گئے۔ جلد ہی میدان لاکھوں تماشائیوں سے بھر گیا۔ اکھاڑے کے چاروں جانب قرینے سے شاہی خاندان، درباری معززین اور مملکت کے عمائدین کی نشستیں لگائی گئیں۔

اب سب موجود تھے، سوائے اُس اجنبی مسافر کے جس نے بغداد کے دربار کو چیلنج دے کر پورے ملک میں ہلچل مچا دی تھی۔

حضرت جنیدؒ کے حامی فتح کی خوشی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ یقین دلا رہے تھے کہ اب وہ شخص

نہیں آئے گا، کہ جنیدؒ سے ٹکرانا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ کوئی پاگل، دیوانہ یا شاطر اتنی جرات نہیں کر سکتا۔ وہ صرف ایک فریب تھا، جو سب کو دھوکہ دے گیا۔

اسی دوران درباری حلقے سے ایک شخص کھڑا ہوا اور باآواز بلند کہا:

میں اعتراف کرتا ہوں کہ خلافت سادہ لوحی سے ایک گہری سازش کا شکار ہو گئی ہے۔ ایک بے نام اجنبی کی بات پر اتنا ہنگامہ برپا کر دینا دانش مندی نہیں تھی۔ اب جبکہ وہ آیا نہیں، تو اسے کیسے ڈھونڈا جائے؟

یہ جملے سن کر مجمع میں موجود اُن لوگوں کے چہروں پر افسردگی چھا گئی جو اس اجنبی سے قلبی ہمدردی رکھتے تھے۔

ایک اور شخص ہمت کر کے اٹھا اور بولا:

ابھی وقت مقررہ ختم نہیں ہوا۔ ہم میں سے کوئی بھی یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ نہیں آئے گا۔ ممکن ہے کسی مجبوری کی بنا پر تاخیر ہو گئی ہو۔ وقت گزرنے کے بعد، اگر وہ نہ آیا، تو یقیناً قابل مذمت ٹھہرے گا۔

حضرت جنیدؒ کے حامی خوشی سے بدمست ہوتے جا رہے تھے۔ وہ آوازیں کس رہے تھے، مجمع کو

للکار رہے تھے، تاکہ وہ اجنبی شخص کے اثر کو مٹا سکیں۔
مگر حضرت جنیدؒ وہ خاموش تھے، جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوں۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی، جیسے دل کا کوئی پردہ ہولے ہولے کھل رہا ہو۔ لاشعوری طور پر وہ کسی ایسے واقعے کے منتظر تھے جو سب کو حیرت زدہ کر دے۔
تماشائیوں کا اضطراب حد سے تجاوز کر چکا تھا۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں:
اب فیصلہ سنا دیا جائے خلیفہ وقت کوئی اعلان کرے تاکہ لوگ منتشر ہو جائیں
وقتِ مقررہ آن پہنچا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کا جمِ غفیر میدان میں جمع ہو چکا تھا۔ ہر نگاہ وزیِر سلطنت کی طرف جمی ہوئی تھی، جو تختِ اعلان پر کھڑا ہونے والا تھا۔ اسی لمحے، جب وزیِر نے منہ کھولا ہی تھا کہ مجمع کے ایک کنارے سے ایک پرجوش آواز بلند ہوئی:
ذرا ٹھہر جائیے وہ دیکھئے... سامنے گرد اڑ رہی ہے۔ شاید وہی اجنبی شخص آ رہا ہو جس کا انتظار تھا
ساری نظریں اس سمت اٹھ گئیں جہاں گرد و

غبار اٹھتی دکھائی دے رہی تھی۔ ہوا میں اڑتے ہوئے اس غبار کے پیچھے ایک راہ گیر آہستہ آہستہ نمودار ہو رہا تھا۔ اس کے ہر قدم پر مجمع کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ جب گرد بیٹھنے لگی تو ایک نحیف و نزار، پسینے میں شرابور، ہانپتا ہوا انسان دکھائی دیا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا، چہروں پر پہچان کے آثار نمودار ہونے لگے وہی اجنبی تھا

میدان میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لوگ بےتاب ہو کر اسے دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ بڑی مشکل سے ہجوم پر قابو پایا گیا اور اسے میدان میں لایا گیا۔ اس کی لاغری، زرد چہرہ، لرزتے قدم، اور جسمانی کمزوری دیکھ کر لوگ حیرت میں پڑ گئے۔ یہ شخص حضرت جنیدؒ جیسے کوہ پیکر سے کیا مقابلہ کرے گا؟

اعلان ہوا۔ حضرت جنید بغدادیؒ میدان میں اتر آئے۔ ادھر اجنبی شخص بھی کمر کس کر ایک کنارے کھڑا ہو گیا۔ لاکھوں آنکھیں اس عجیب و غریب منظر کی شاہد بننے جا رہی تھیں۔ حضرت جنیدؒ نے پنجہ بڑھایا، لیکن اُس اجنبی نے دبی آواز میں کہا:

قریب آئیے، مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے

نہ جانے اس آواز میں کیسا سحر تھا کہ حضرت جنیدؒ بے اختیار اس کی طرف جھک گئے۔ اجنبی کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ لرزتی ہوئی آواز میں بولا:
جنیدؒ میں کوئی پہلوان نہیں ہوں۔ میں زمانے کا ستایا ہوا ایک آلِ رسول ﷺ ہوں۔ سیّدہ فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوں۔ میرا چھوٹا سا کنبہ کئی ہفتوں سے جنگل میں فاقوں سے نیم جان پڑا ہے۔ چھوٹے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ ہر روز صبح اس امید پر شہر آتا ہوں کہ شام تک کچھ انتظام کر کے واپس جاؤں گا، مگر خاندانی غیرت کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے نہیں دیتی۔
گرتے پڑتے بڑی مشکل سے آج یہاں تک پہنچا ہوں۔ فاتحِ خیبرؓ کا خون ہاشمی رگوں میں سوکھتا جارہا ہے۔ چلنے کی سکت باقی نہیں ہے۔ شرم سے بھیک مانگنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھتے۔ میں نے تمہیں صرف اس امید پر چیلنج دیا تھا کہ آل رسول ﷺ کی جو عقیدت تمہارے دل میں ہے، آج اس کی آبرو رکھ لو۔ وعدہ کرتا ہوں کہ کل میدان قیامت میں نانا جان ﷺ سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھواؤں گا۔
فاطمیؓ چمن کی مرجھائی ہوئی کلیوں کی اداسی

اب دیکھی نہیں جاتی جنیدؒ عالم گیر شہرت و اعزاز کی صرف ایک قربانی سوکھے چہروں کی شادابی کے لئے کافی ہے۔ یقین رکھو آل رسول ﷺ کے خانہ بدوش قافلے کی حرمت و آسودگی کے لئے تمہاری عزت و ناموس کا ایثار بھی رائیگاں نہیں جائے گا۔ ہمارے خاندان کی یہ رِیت تمہیں معلوم ہے کہ کسی کے احسان کا بدلہ زیادہ دیر تک ہم قرض نہیں رکھتے۔

اجنبی شخص کے یہ چند جملے نشتر کی طرح حضرت جنیدؒ کے جگر میں پیوست ہو گئے۔ پلکیں آنسوؤں کے طوفان سے بوجھل ہوگئیں۔ عشق و ایمان کا ساگر موجوں کے تلاطم سے زیرو زبر ہونے لگا۔ آج کونین کا سرمدی اعزاز سر چڑھ کر جنیدؒ کو آواز دے رہا تھا۔ عالم گیر شہرت و ناموس کی پامالی کے لئے دل کی پیش کش میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوئی۔ بڑی مشکل سے حضرت جنیدؒ نے جذبات کی طغیانی پر قابو حاصل کرتے ہوئے کہا:

کشور عقیدت کے تاجدارؒ میری عزت و ناموس کا اس سے بہترین مصرّف اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے تمہارے قدموں کی اڑائی ہوئی خاک پر نثار کر دوں۔ چمنستان قدسؓ کی پژمردہ کلیوں کی

شادابی کے لئے اگر میرے جگر کا خون کام آسکے تو اس کا آخری قطرہ بھی تمہارے نقش پا میں جذب کرنے کے لئے تیار ہوں۔
اے خوشا نصیب کہ کل میدان حشر میں سرکارﷺ اپنے نواسوں کے زرخرید غلاموں کی قطار میں کھڑے ہونے کی اجازت مجھے مرحمت فرمائیں۔
اتنا کہنے کے بعد حضرت جنیدؒ خم ٹھونک کر للکارتے ہوئے آگے بڑھے اور اجنبی شخص سے پنجہ ملا کر گتھ گئے۔ سچ مچ کشتی لڑنے کے انداز میں تھوڑی دیر پینترا بدلتے رہے۔ سارا مجمع نتیجے کے انتظار میں ساکت و خاموش نظر جمائے دیکھتا رہا۔ چند ہی لمحے کے بعد حضرت جنیدؒ نے بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک داؤ چلایا۔ آنکھیں کھلیں تو جنیدؒ کے حامیوں کے نعرہ ہائے تحسین سے میدان گونج اٹھا۔ ہیبت سے دیکھنے والوں کی پلکیں جھپک گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے حضرت جنیدؒ چاروں شانے چت تھے اور سینے پر سیّدہؓ کا ایک نحیف و ناتواں شہزادہؒ فتح کا پرچم لہرارہا تھا
حضرت جنیدؒ کی فاتحانہ زندگی کا نقشہ دیکھنے والی آنکھیں اس حیرت انگیز نظارے کی تاب نہ لا

سکیں۔
ایک لمحے کے لیے سارے مجمع پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ حیرت کا طلسم ٹوٹتے ہی مجمع نے نحیف و ناتواں سیّد کو گود میں اٹھا لیا۔ میدان کا فاتح اب سروں سے گزر رہا تھا اور ہر طرف سے انعام و اکرام کی بارش ہو رہی تھی۔ تحسین و آفرین کے نعروں سے کان پڑی سنائی نہیں دیتی تھی۔ شام تک فتح کا جلوس سارے شہر میں گشت کرتا رہا۔ رات ہونے سے پہلے پہلے ایک گمنام سیّد خلعت و انعامات کا بیش بہا ذخیرہ لے کر جنگل میں اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ چکا تھا۔
حضرت جنیدؒ اکھاڑے میں اسی شان سے چت لیٹے ہوئے تھے۔
اب کسی کی کوئی ہمدردی ان کی ذات سے نہیں رہ گئی تھی۔ ہر شخص انہیں پائے حقارت سے ٹھکراتا اور ملامت کرتا ہوا گزر رہا تھا۔ عمر بھر مدح و ستائش کا خراج وصول کرنے والا آج زہر میں بجھے ہوئے طعنوں اور توہین آمیز کلمات سے مسرور و شاد کام ہو رہا تھا۔
ہجوم ختم ہو جانے کے بعد خود ہی اٹھے اور شاہراہ عام سے گزرتے ہوئے اپنے دولت خانے پر

تشریف لے گئے۔
آج کی شکست کی ذلتوں کا سرور ان کی روح پر ایک نشہ کی طرح چھا گیا تھا۔ عمر بھر کی فاتحانہ مسرّتیں وہ اپنی ننگی پیٹھ کے نشانات پر بکھیر آئے تھے۔
رات کی زلف سیاہ کمر کے نیچے ڈھل چکی تھی۔ بغداد کا سارا شہر تاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں محو خواب تھا۔ کہیں کہیں سے مشعل بردار پاسبانوں کی آوازیں کانوں میں گونج رہی تھیں۔
عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت جنیدؒ جب اپنے بستر پر لیٹے تو بار بار کان میں یہ الفاظ گونج رہے تھے:
وعدہ کرتا ہوں کہ کل میدانِ قیامت میں نانا جانﷺ سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھواؤں گا۔
کیا میری قسمت کا ستارہ یک بیک اتنی بلندی پر پہنچ جائے گا کہ سرکارﷺ کے نورانی ہاتھوں کی برکتیں میری پیشانی کو چھو لیں؟
اپنی طرف دیکھتا ہوں تو کسی طرح اپنے آپ کو اس کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لاڈلوں کی "ہٹ" بھی تو کوئی چیز ہے۔ اگر میدانِ حشر میں شہزادے مچل گئے تو رحمتِ تمام کو کیونکر گوارا ہو سکے

گا کہ ان کے دل کے نازک آبگینے پر کوئی آنچ آ جائے؟
سارے زمانے میں آلِ رسول ﷺ کی زبان کا بھرم مشہور ہے۔ گردن کٹ سکتی ہے، دی ہوئی زبان نہیں کٹ سکتی۔ آخر کربلا کے لالہ زار کی سرخی زبان ہی کے بھرم سے تو آج تک قائم ہے۔ نبی زادوںؓ کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے دن وہ ضرور اپنے نانا جان ﷺ تک میری بات پہنچائیں گے۔
اے کاش! آج ہی قیامت آ جاتی، آج ہی میدانِ حشر کا وہ روح پرور نظارہ نگاہوں کے سامنے ہوتا۔
آہ اب جب تک زندہ رہوں گا قیامت کے لیے ایک ایک دن گننا پڑے گا۔
حساب و شمار کی گرفت میں آنے والی ایک طویل مدت کیسے کٹے گی؟
یہ سوچتے سوچتے حضرت جنیدؒ کی پرنم آنکھوں پر نیند کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا اور خاکدانِ گیتی سے بہت دور ایک دوسری دنیا میں پہنچ گئے۔
پہاڑوں، صحراؤں اور آبادیوں کے سارے حجابات نظر کے سامنے سے اٹھ چکے تھے۔ اب بغداد سے

گنبدِ خضرا کا کلس صاف دکھائی دے رہا تھا۔
جب تک آنکھ کھلی رہی، نظر کا قافلہ بہاروں کے جلوۂ شاداب سے سیر ہوتا رہا۔
تھوڑی دیر کے بعد سنہری جالیوں سے ایک کرن پھوٹی اور مدینے کا آسمان روشنی سے معمور ہو گیا۔
پھر ایسا معلوم ہوا کہ نور کا ایک سفید بادل مدینے کے افق سے بغداد کی طرف بڑھتا آ رہا ہے، جہاں جہاں سے گزرا نور برستا گیا۔
فضا نکھرتی گئی، اندھیرا چھٹتا گیا، سحر پھیلتی گئی۔
قریب آتے آتے اب رحمت و تجلّی کا وہ روشن قافلہ بغداد کے آسمان پر جگمگا رہا تھا۔
چند ہی لمحے کے بعد وہ نیچے اترنا شروع ہوا۔
ایوانوں کے کنگرے جھک گئے۔
پہاڑوں کی چوٹیاں سرنگوں ہو گئیں۔
درختوں کی شاخیں سجدے میں گر پڑیں۔
بغداد کی زمین جھومنے لگی۔
بہاروں نے پھول برسائے۔
صبا نے خوشبو اڑائی، سحر سے فضا معمور ہو گئی۔
طلعتِ جمال سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ دل کیف و

سرور میں ڈوب گیا۔
در و دیوار اور شجر و حجر کو زبان مل گئی اور
الصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ
کے نغموں سے فضا گونج اُٹھی۔
عالمِ بےخودی میں حضرت جنیدؒ سلطانِ کونین
ﷺ کے قدموں سے لپٹ گئے۔
سرکار ﷺ نے رحمتوں کے ہجوم میں مسکراتے
ہوئے فرمایا:

جنید اٹھو، قیامت سے پہلے اپنے نصیبے کی
سرفرازیوں کا نظارہ کر لو۔ نبی زادونؓ کے ناموس
کے لیے شکست کی ذلتوں کا انعام قیامت تک
قرض نہیں رکھا جائے گا۔
سر اٹھاؤ تمہارے لیے فتح و کرامت کی دستار لے
کر آیا ہوں۔
آج سے تمہیں عرفان و تقرب کی سب سے اونچی
بساط پر فائز کیا گیا۔
تجلّیات کی بارش میں اپنی ننگی پیٹھ کا غبار اور
چہرے کی گرد کا نشان دھو ڈالو۔
اب تمہارے رخِ تاباں میں خاکدانِ گیتی ہی کے
نہیں، عالمِ قدس کے رہنے والے بھی اپنا منہ
دیکھیں گے۔

بارگاہِ یزدانی سے گروہِ اولیاء کی سروری کا اعزاز تمہیں مبارک ہو۔
ان کلمات سے سرفراز فرمانے کے بعد
سرکارِ مصطفی ﷺ نے حضرت جنیدؒ کو سینے سے لگایا۔
اس عالمِ کیف بار میں شہزادوں کے جان نثار پروانے کو کیا عطا فرمایا، اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔
جاننے والے بس اتنا ہی جان سکے کہ صبح کو جب حضرت جنیدؒ کی آنکھ کھلی تو
پیشانی کی موجوں میں نور کی کرن لہرا رہی تھی۔
آنکھوں سے عشق و عرفان کی شراب کے پیمانے چھلک رہے تھے۔
دل کی انجمن تجلّیات کا گھوارہ بن چکی تھی۔
لَبوں کی جنبش پر کارکنانِ قضا و قدر کے پہرے بٹھا دیے گئے تھے۔
غیب و شہود کی ساری کائنات شفّاف آئینے کی طرح نگاہِ نظر کی گرفت میں آ گئی تھی۔
نفس نفس میں عشق و یقین کی دہکتی ہوئی چنگاری پھوٹ رہی تھی۔
نظر نظر میں دلوں کی تسخیر کا سحرِ حلال

انگڑائی لے رہا تھا۔
کل کی شام جو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا تھا،
آج صبح کو اس کی راہ گزر میں پلکیں بچھی جا
رہی تھیں۔
کل جو شکست کی ذلتوں سے بوجھل ہو کر اکیلا
اپنے گھر تک آیا،
آج اس کے جلو میں کونین کی امیدوں کے کارواں
چل رہے تھے۔
ایک ہی رات میں سارا عالم زیر و زبر ہو گیا تھا۔
خواب کی بات بادِ صبا نے گھر گھر پہنچا دی تھی،
طلوعِ سحر سے پہلے ہی حضرت جنیدؒ کے دروازے
پر درویشوں کی بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔
جونہی باہر تشریف لائے،
خراجِ عقیدت کے لیے ہزاروں گردنیں جھک گئیں،
خلیفۂ بغداد نے اپنے سر کا تاج اتار کر قدموں میں
ڈال دیا۔
سارا شہر حیرت و پشیمانی کے عالم میں سر
جھکائے کھڑا تھا۔
مسکراتے ہوئے ایک بار نظر اٹھائی اور ہیبت سے
لرزتے ہوئے دلوں کو سکون بخش دیا۔
پاس ہی کسی گوشے سے آواز آئی:
گروہِ اولیاء کی سروری کا اعزاز مبارک ہو

منہ پھیر کر دیکھا تو وہی نحیف و نزار آلِ رسولﷺ فرطِ خوشی سے مسکرا رہا تھا۔
ساری فضا سیّد الطائفہ کی مبارک باد سے گونج اُٹھی۔
یہ واقعہ حضرت جنید بغدادیؒ کی ایک ظاہری شکست اور اس کے بعد کی روحانی فتح کا بیان ہے، جو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جو دل اخلاص، عشقِ رسول ﷺ اور عاجزی سے معمور ہو، اسے دنیا کی ذلتیں بھی قربِ الٰہی کی سیڑھی بنا دیتی ہیں۔
حضرت جنیدؒ پر آج کی شکست ایک ظاہری دھچکہ تھی، مگر رات کی خلوت میں، خواب کی صورت میں جو روحانی انعام عطا ہوا، وہ اُن کی سچی طلب، آستانۂ نبوت ﷺ سے بے پناہ محبت، اور اہلِ بیتؑ کی زبان پر یقین کامل کا ثمرہ تھا۔
رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضری، تجلّیاتِ نور، فتح و کرامت کی دستار، اور عرفان و ولایت کی بشارت—یہ سب اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ:
اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو آزمائش کی دھوپ میں تپاتا ہے، تاکہ اُن پر قربِ نبوی ﷺ اور ولایت کے نور کی بارش ہو۔

نفس کا جہاد - جہاد اکبر
تعلیمات حضور سیّدی چراغ شاہؒ

اے شہاں کشتیم ما خَصمِ بروں
ماند خَصمے زاں تَبَر دَر اَندَروں
ترجمہ
اے بزرگو ہم نے بیرونی دشمن کو تو مار ڈالا لیکن ایک دشمن تبر سے بھی خطرناک باطن میں باقی رہ گیا۔
یہاں بیرونی دشمن سے مراد دنیاوی فتنہ و فساد کفار یا ظاہری شرور ہیں، جن سے انسان جنگ کرتا ہے۔ لیکن اصل دشمن وہ نفس امّارہ ہے جو اندر چھپا ہوا ہے۔ جب بندہ راہِ سلوک پر چلتا ہے تو اسکی سب سے بڑی رکاوٹ اپنا نفس ہی بنتا ہے۔یہ باطنی دشمن ایسا چھپا ہوا ہے کہ عام نگاہیں اسے پہچان ہی نہیں سکتیں۔
اس باطنی (دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں، باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے۔ نفس کو محض عقل علم یا چالاکی سے قابو میں لانا ممکن نہیں۔ یہ نفس ایک درندہ شیر کی مانند ہے، اور انسان کا ظاہری فہم اس کے مقابلے میں

خرگوش کے مانند بے بس ہے۔ اس دشمن پر قابو
صرف عشق الٰہی، مجاہدۂ نفس ذکر اور مرشد
کامل کی صحبت سے ممکن ہے۔
یہ نفس دوزخ ہے، اور دوزخ ایک اژدہا ہے جو
دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا۔
نفس کی آگ محض ایک آگ نہیں بلکہ خود دوزخ
ہے، اور وہ دوزخ بھی ایک نہ ختم ہونے والا اژدہا
ہے۔ یہ خواہشات کا ایسا طوفان ہے جو سمندر سے
بھی زیادہ طاقتور ہے۔ یہی وہ نفس ہے جو انسان
کو حق سے روکتا ہے، عشق سے دور کرتا ہے، اور
شیطان کا سب سے بڑا آلہ بن جاتا ہے۔
جب تک نفس کو فنا نہ کیا جائے، معرفت کا
سمندر میسر نہیں ہوتا۔ وہ سات سمندر بھی پی
جائے پھر بھی اس نفس امّارہ کی مخلوق کو
جلانے والی آگ ٹھنڈی نہ ہو۔ نفس امّارہ کی پیاس
ایسی ہے کہ دنیا کی ساری لذتیں، مال و جاہ عزت
یا عیش و آرام بھی اسے تسکین نہیں دے سکتے۔
جتنا نفس کو دو وہ اور مانگتا ہے۔ یہ آگ بجھنے
والی نہیں، بلکہ جلاتی ہی رہتی ہے۔ یہی وہ حالت
ہے جو دنیا پرست لوگوں کو لاحق ہوتی ہے ہر
وقت ایک نا ختم ہونے والی خواہش کی آگ میں
جلتے ہیں۔

پتھر اور سنگدل کافر بھی
اس (نفس) کے اندر داخل ہو کر ذلیل اور شرمندہ ہوں گے۔
یہاں "سنگ" اور کافران سنگدل" سے مراد وہ لوگ ہیں جو نفس کے غلام ہیں، دلوں میں نرمی نہیں اور روحانی نور سے محروم ہیں۔
یہ لوگ نفس کے قید خانے میں داخل ہو کر اپنی عزت و شرافت کھو دیتے ہیں۔
باطن کی دنیا میں وہ خوار و خجل ہو جاتے ہیں کیونکہ نورانیت و تسکین انہیں نصیب نہیں ہوتی۔
مرشد کامل کے بغیر ان کی رہائی ممکن نہیں۔
اتنی زیادہ خوراک سے بھی نفس کو سکون نہیں ملتا یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے اسے ندا آتی ہے۔ نفس کو دنیا کی ہر نعمت دینے کے باوجود بھی اس کا اضطراب ختم نہیں ہوتا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک نورانی صدا آتی ہے، یعنی "فیضِ الٰہی"، "ذکر"، یا "مرشد کی توجہ"، تب ہی وہ سکون و قرار پاتا ہے۔
یہ ندا دراصل وہ فیضانِ معرفت ہے جو باطن کو جِلا بخشتا ہے، اور نفس کو تسلیم کی راہ پر لے آتا ہے۔
تو نے خوب پیٹ بھر لیا ؟

پھر بھی وہ (نفس) نہیں کہتا کہ اب سیر ہو گیا،
زہے آگ، زہے روشنی، زہے جلن
ظاہری طور پر پیٹ بھرا ہوا ہے، لیکن باطن میں
اس کی طلب، اس کی خواہشات اور اس کی آگ
کم نہیں ہوتیں۔ یہی نفس بھوکا ہے جو سیر ہو
کر بھی بھوکا رہتا ہے۔ اس کے اندر کی آگ بجھنے
والی نہیں جب تک اسے حق کا فیض نہ پہنچے۔
یہ آگ ہی انسان کو روحانی تباہی کی طرف لے
جاتی ہے۔ اس (نفس) نے پوری دنیا کو لقمہ بنایا
اور نگل گیا پھر بھی اس کا پیٹ چیخ اٹھا کیا
کچھ اور ہے؟ یہ ہل من مزید وہی فریاد ہے جو
دوزخ کرتی ہے
(القرآن ق آیت (30)
حضور سخی سلطان چراغ شاہؒ یہاں نفس کو
باطنی دوزخ قرار دے رہے ہیں جو ہر شے کو
نگلنے کے بعد بھی مطمئن نہیں ہوتا۔ یہ دنیا کی
محبت ،مال، شہرت، حتیٰ کہ علم اور عبادت کو
بھی نگل سکتا ہے۔ لیکن صرف ظاہری صورت میں
جب تک اس میں روح نہ ہو۔ مرشد کاملؒ ہی اس
دوزخی فریاد کو صبر و قناعت سے بدل سکتا ہے۔
حق تعالیٰ جب لا مکاں سے اس نفس پر قدم رکھ
دے، تو وہ (نفس) کن فیکون کی قدرت سے ساکن

ہو جاتا ہے۔
لا مکانی قدم کا مطلب ہے روحانی تجلّی فیضِ حق مرشد کامل کی توجہ اور جب یہ نور اس نفس پر پڑتا ہے،تو وہی نفس جو ہل من مزید کی صدا لگاتا تھا، اب "سکون"، "تسلیم" اور "رضا" کا پیکر بن جاتا ہے۔ یہی عرفان نفس ہے، جس کے بعد ہی عرفانِ ربّ ممکن ہے۔
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا ایک حصہ ہے، اور اجزاء ہمیشہ اپنے کل کی فطرت رکھتے ہیں۔
دوزخ کہتی ہے: ھل من مزید اور یہی صفت نفس امّارہ کی بھی ہے۔ نفس دوزخ کا جزو ہے، اس کی فطرت بھی ویسی ہی بے قناعت جلاتی ہوئی اور بے قرار ۔ اس کا علاج اس کی اصل سے نہیں بلکہ اصل نور سے ہے۔
یہ صرف "حق" کا قدم ہوگا جو اس کو تھما دے، حق کے سوا کون ہے جو اس کی کمان کو کھینچ سکے ؟
نفس ایک زور آور کمان ہے، جو الٹا کھنچتا ہے، کوئی دنیاوی قوت، علم یا مشق اسے سیدھا نہیں کر سکتی۔ یہ صرف قدمِ حق ہے، یعنی الٰہی تجلّی مرشد کامل کا فیض جو اس کے اندر اتری ہوئی آگ کو سرد کر سکتا ہے۔ یہی وہ باطنی طاقت ہے

جو ظاہری کوششوں سے ماورا ہے۔
کمان میں صرف سیدھا تیر رکھا جاتا ہے، لیکن یہ کمان تو الٹی ہے، اور اس کے تیر ٹیڑھے ہیں۔
روحانی راہ میں صرف سیدھی نیت خالص توجہ اور سچائی قبول کی جاتی ہے لیکن نفس کی کمان الٹی ہے، یعنی اس کی ترجیحات سمت اور خواہشات فطرت حق سےالٹی ہیں۔
ایسی کمان میں کوئی سیدھا تیر نہیں چل سکتا جب تک مرشد اسے درست نہ کرے۔
تیر کی طرح سیدھا ہو جا اور کمان سے نکل جا کیونکہ ہر سیدھا تیر یقیناً کمان سے نکل جاتا ہے۔
جب سالک اپنی نیت ارادے اور اعمال کو راست سیدھا سچا اخلاص پر مبنی بنا لیتا ہے،
تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے "چھوٹ" ملتی ہے یعنی وہ دنیاوی بندشوں، نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔
کمان یہاں دنیا نفس یا ارادۂ مرشد کی علامت ہے، اور تیر سالک۔ جو سیدھا ہو، وہی بلند پرواز کرتا ہے۔
جب میں ظاہری جنگ سے لوٹ آیا، تو باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔
یہ وہ لمحہ ہے جب انسان دنیاوی فتوحات و

سرگرمیوں سے پیچھے ہٹ کر اپنے اندر کے دشمن نفس امّارہ سے جنگ شروع کرتا ہے۔
ظاہری میدان سے باطنی میدان کی طرف رخ کرنا ایک کامل سالک کا نشان ہے۔
یہ وہ مقام ہے جہاں وہ مجاہدِ نفس بنتا ہے اور اپنی اصل جنگ شروع کرتا ہے۔
ہم چھوٹے جہاد ظاہری جنگ سے واپس آئے، اور نبی اکرم ﷺ کے سہارے بڑے جہاد جہادِ نفس میں ہیں۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
ہم جہاد اصغر سے واپس آئے، اب جہاد اکبر باقی ہے یعنی باطن کی جنگ۔ یہ اصل جنگ ہے جہاں سالک کو اپنی شہوت غصہ، غرور، حسد اور غفلت جیسے دشمنوں سے نبرد آزما ہونا ہوتا ہے۔ یہ وہ جہاد ہے جس میں کامیابی سے انسان انسانِ کامل بنتا ہے۔
میں اللہ سے ایسی قوت مانگتا ہوں جو سمندر کو چیر دے تاکہ کوہ قاف کو سوئی سے اکھاڑ پھینکوں۔
یہاں قوتِ الٰہی در حقیقت باطنی ولایت صبر اور یقین کامل کی علامت ہے۔
کوہ قاف باطنی رکاوٹ نفس سرکش یا عظیم

مشکلات کی نمائندگی کرتا ہے۔
اور "سوئی" سالک کی عاجزی کمزوری اور فقر ہے۔
جب بندہ خالص ہو کر اللہ سے طلب کرتا ہے، تو وہ کمزور ترین وسیلے سے بھی عظیم طاقت پر غالب آجاتا ہے۔ یہی ولایت کا راز ہے۔
وہ شیر ہونا آسان سمجھو جو صفیں پھاڑ دے
شیر تو وہ ہے جو اپنے آپ کو توڑ دے۔
ظاہری بہادری، دوسروں کو زیر کرنا صرف جسمانی طاقت ہے۔ لیکن جو اپنے نفس کو زیر کر لے، اپنی خواہشات کو قابو میں رکھے وہی حقیقی مردِ کامل، اللہ کا محبوب اور باطنی شیر ہے۔
تاکہ وہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بن جائے اور اپنے نفس اور فرعون سے نجات پا لے۔
شیرِ خدا وہی بنتا ہے جو نفس کی غلامی اور تکبر کے "فرعون" کو شکست دے۔ یہ جہاد اکبر کا وہ مقام ہے جہاں بندہ عبد بن کر محبوب الٰہی بنتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی خاص مدد شامل ہو جاتی ہے، اور وہ انسان اللہ کا بندہ اور مظہرِ نورِ حق بن جاتا ہے
وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ
ترجمہ
اور وہ اللہ) تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم

ہو۔ (سورہ الحدید (4)
سالک کو حکم ہے کہ سعی (جہد) کرے یعنی مسلسل مجاہدہ ،ریاضت اور تزکیۂ نفس تاکہ ہر غیرِ حق (یعنی جو اللہ کے سوا ہے) کو دل سے نکال دے۔ دل جب تک دنیا کی محبت جاہ و مال شہرت اور تعلقات کی زنجیروں میں بندھا ہے، وہ اللہ کے جمال و وصال کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ لہٰذا دل کو دنیا سے، یعنی "فانی" سے ہٹا کر باقی" کی طرف لگا یہی اصل کامیابی اور مقصد زندگانی ھے

مراتبِ فقر اور مقامِ عشق

جان لے کہ عشق بلند پروازی کا نام ہے۔ مکھی چاہے ہاتھ ملے یا سر مارے یا ہزار ہا اڑانیں بھرے، پروانے یا شہباز کے منصب و مرتبے پر نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح زاہد جتنی بھی ریاضت کر لے، صاحبِ راز نہیں بن سکتا۔ عشق کی تعلیم مدرسے کے کسی بھی امام نے نہیں دی، کیونکہ عشق ایک بارِ گراں ہے۔ عشق کی رِیت جہان بھر سے بیگانگی ہے۔ عاشق مرگِ جاں کا طالب ہوتا ہے کہ اُسے
لامکان میں پہنچنا ہوتا ہے، اور لامکان میں مر کر ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ مرگِ عاشق باعثِ وصال ہے جس طرح دہقان کی خوشی زرعی فصل کے باعث ہوتی ہے۔
عاشق فقیر ہوتا ہے۔ فقیر کس مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہے؟
فقیر کا مذہب دہقانی ہے۔ دہقان جس چیز کا بیج بوتا ہے، اُسی کی فصل اٹھاتا ہے۔
فقیر بھی ایک کسان کی طرح نفس کی زمین کو جوتتا ہے، ریاضت کا پانی دیتا ہے، ذکر و فکر کا بیج بوتا ہے، پھر خلوص، عشق اور فنا کی فصل کاٹتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا فرمان ہے:
اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔
عشق بھی صراف کی مثل ہے جو کھوٹے سونے کو کھوٹا اور کھرے سونے کو کھرا دکھاتا ہے۔

عاشق فقیر، خدا کا بھید ہے۔ جو اس بھید کو پا لیتا ہے، وہ اُسے پہچان لیتا ہے اور اس کی معیت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بھید وہی پاتا ہے جو اپنے سر کی پروا نہیں کرتا۔ جو اس بھید کو فاش کرتا ہے، بھید اُس کا سر لے لیتا ہے۔

اسم اللّٰہ قرآن مجید کی غیر متشابہ آیات میں چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ جو فقیر دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کے ساتھ شوق و محبت سے اسم اللّٰہ کا ذکر کرتا ہے اور ہر سانس کے ساتھ تصور اسم اللّٰہ میں مشغول رہتا ہے، وہ گویا ہر سانس کے ساتھ قرآنِ مجید کے چار ہزار ختم کرتا ہے۔
ایسا ذاکر اللّٰہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ سارا قرآن اسم اللّٰہ میں ہے،
قرآنِ مجید کی تمام تر حقیقت "بسم اللّٰہ" میں پنہاں ہے۔ جس طرح قرآن کا آغاز حرف "ب" سے اور اختتام "س" پر ہوتا ہے، یوں پورا قرآن ایک

بسم اللہ ہے۔

فقیر درحقیقت "تحصیل" ہوتا ہے،
جبکہ عالم صرف "تفصیل" ہوتا ہے۔

تحصیل کا مطلب ہے:
حصول، قبضہ، حاصل کرنا، باطن میں جذب کر لینا۔
فقیر وہ ہوتا ہے جس نے اللہ کو پا لیا ہو، جس نے معرفتِ الٰہی کا ذاتی ذائقہ چکھ لیا ہو۔
اس کے پاس علمِ باطن ہوتا ہے، اور وہ علمِ لدنی سے فیضیاب ہوتا ہے۔
فقیر خود ایک حاصل شدہ حقیقت بن جاتا ہے۔
وہ صرف باتیں نہیں کرتا، وہ حقیقت کو مجسم کر چکا ہوتا ہے۔
اس کے دل میں اللہ کی معرفت، رسولِ کریم ﷺ کا عشق اور فنا فی اللہ کا مقام ہوتا ہے۔
فقیر خود ایک تحصیلِ حقیقت ہے،
وہ ایسا آئینہ ہے جس میں ذاتِ حق جھلکتی ہے۔

تفصیل کا مطلب ہے:
بیان کرنا، وضاحت کرنا، علم کو الفاظ میں پھیلانا، زبان سے بیان کرنا۔
عالم وہ ہوتا ہے جس کے پاس ظاہری علم ہوتا ہے قرآن، حدیث، فقہ، لغت، منطق، فلسفہ، تفسیر یہ سب اس کے پاس ہوتے ہیں،
لیکن یہ سب الفاظ، کتابیں اور بیان کی حد تک ہوتے ہیں۔
عالم باتیں تو بہت کر سکتا ہے، مگر اس کا باطن معرفت کا ذائقہ نہیں چکھتا۔
وہ سمجھاتا ہے، مگر خود سمجھا ہوا نہیں ہوتا۔
اسی لیے فرمایا گیا:
علم بغیر عمل گمراہی ہے، اور عمل بغیر اخلاص ریا ہے۔
عالم کہتا ہے: اللہ ایسا ہے، اللہ کا قرب یوں حاصل ہوتا ہے...
جبکہ فقیر کہتا ہی نہیں — وہ اللہ کا مظہر بن چکا ہوتا ہے۔
حضرت علیؑ کا فرمان:
العلم نقطة كثرها الجاهلون
علم تو ایک نکتہ تھا، جاہلوں نے اس کی تفصیل بنا دی

فقیر وہ ہوتا ہے جو ذاتِ الٰہی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اگر وہ اس تعلق سے الگ ہو جائے تو محتاج ہو جاتا ہے، لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچ جائے جسے حدیث میں "اِذَا تَمَّ الفَقرُ فَھُوَ اللّٰہ" فرمایا گیا، تو وہ اللہ کی تجلیات کا مظہر بن کر "إنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَيءٍ قَدِیر" کی تفسیر بن جاتا ہے۔

فقیر کی زندگی نہ دنیا سے وابستہ ہوتی ہے، نہ آخرت کے لالچ سے۔ وہ خلوت پسند ہوتا ہے، دنیا کی چکا چوند اس کے باطن کو متاثر نہیں کر پاتی۔ نہ وہ خود خدا ہوتا ہے، نہ خدا سے جدا۔ جیسے آئینہ، جو کسی چہرے کے سامنے آ کر اس کا عکس ظاہر کرتا ہے، اسی طرح فقیر ذاتِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ وہ فنا میں بقا پاتا ہے۔ وہ اس حقیقت تک رسائی پاتا ہے

جسے حدیث قدسی میں یوں بیان کیا گیا:

"الإنسان سِرِّي وأنا سرُّہ"

انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

فقر کی ابتدا شریعت ہے اور انتہا بھی شریعت۔ لیکن یہ شریعت صرف ظاہری نہیں، بلکہ روحِ شریعت ہوتی ہے۔ فقیر وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں

شریعت پر قائم رہتا ہے، خواہ باطن میں جس قدر بلند مقام حاصل کرے۔

رزق انسان کو ویسے ہی تلاش کرتا ہے جیسے موت انسان کو ڈھونڈتی ہے۔ وہ اپنے وقت پر پہنچ جاتا ہے۔
راہِ فقر میں تین اہم مقامات ہوتے ہیں:
1. ناسوت: جہاں دنیا کے رنگ اور رغبتیں غالب ہوتی ہیں۔ طالب یہاں دنیا میں الجھ جاتا ہے۔

2. ملکوت و جبروت: یہاں طالب خواب و مراقبہ میں جنت کے مناظر دیکھ کر رُک سکتا ہے، جو ایک رکاوٹ بن جاتی ہے۔

3. لاہوت: یہاں سالک ذکر سے نکل کر مذکر ہو جاتا ہے، اور مولیٰ کو پا کر حقیقتِ کلیہ کا وارث بن جاتا ہے۔

"پہلے میں چار تھا"
انسان جب سلوک کے آغاز میں ہوتا ہے تو اس کی "میں" چار پردوں یا مراتب میں گھری ہوتی ہے:

1. نفس (نفسِ امارہ)

یہ سب سے نیچے والا درجہ ہے، جو خواہشات، غفلت، تکبر، حرص، حسد اور شہوت جیسے صفات کا مرکز ہے۔ نفس انسان کو گناہ، دنیا کی محبت اور خود پرستی کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہی وہ پردہ ہے جو بندے کو اللہ سے سب سے زیادہ دور رکھتا ہے۔

2. دل (قلب)

دل وہ مقام ہے جہاں اللہ کی محبت، معرفت اور ذکر کی روشنی اُتر سکتی ہے، مگر جب تک نفس غالب ہو، دل پر بھی زنگ چڑھا رہتا ہے۔دل میں دنیا کی محبت، رنج، غم، حسد اور نفرتیں جمع ہوتی ہیں، جو اسے آئینۂ حق بننے نہیں دیتیں۔

3. روح (روحِ علوی)

روح انسان کے وجود کا وہ نورانی پہلو ہے جو آسمانی دنیا سے ہے۔

یہی اصل بندہ ہے جو حق کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہے، مگر جب تک دل اور نفس کی آلودگیوں میں گھری ہو، اپنے مقامِ قرب تک نہیں پہنچ پاتی۔

4. سِرّ (راز، سرّی مقام)
سِرّ وہ باطنی مقام ہے جہاں رازِ الٰہی القا ہوتا ہے۔
یہ مرتبۂ "قرب" ہے، جہاں عبد اور معبود کے
درمیان پردے ہٹتے ہیں۔
یہ مقام بہت خاص ہے اور ہر کسی کو عطا نہیں
ہوتا۔ یہی "سِرّ" بندے کو فنا فی اللّٰہ کی طرف لے
جاتا ہے۔

پھر تین ہوا
جب سالک نے نفس کو مجاہدے، ذکر، ریاضت اور
مرشدِ کامل کی صحبت سے مغلوب کر لیا،
تو سب سے پہلا پردہ ہٹ گیا — یعنی نفس فنا ہو
گیا۔ اب تین باقی رہ گئے: دل، روح، سر

پھر دو ہوا
جب سالک نے دل کو بھی دنیا کی محبت سے پاک
کر دیا،
اسے اللّٰہ کی محبت اور یاد سے منور کر لیا، تب دل
کا حجاب بھی ہٹ گیا۔ اب دو باقی رہ گئے: روح
اور سر
پھر میں ایک ہوا
اب سالک نے اپنی روح کو بھی فنا کر دیا۔

یعنی اب وہ روح کی لذت، نیکی کا فخر، عبادت کا غرور — یہ سب چھوڑ چکا۔
صرف ایک باقی بچا:
سِرّ — وہ مقامِ راز، جو اللّٰہ کے رازوں سے اک راز ہے اب بندے کا وجود صرف اللّٰہ کی تجلیات کا مظہر بن گیا۔ یہاں فنا فی اللّٰہ کا مکمل مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ بندہ نہ رہا، اس کی مرضی نہ رہی، اب جو کچھ ہے، وہ اللّٰہ کی مشیت، اللّٰہ کا نور، اللّٰہ کی صفات ہیں۔ یہ نہ دعویٰ ہے، نہ کفر بلکہ یہ عرفانِ کامل ہے،
جیسے قرآن میں آیا:
وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
اور وہ تمہارے نفسوں میں ھے کیا تم دیکھتے نہیں؟(الذاریات 21)
یہی وہ مقام ہے جہاں بندہ فقط رب کی طلب رکھتا ہے۔ دنیا و آخرت کی طلب چھوڑ کر محض اللّٰہ کی محبت میں ڈوبا رہتا ہے۔ فقر کا نعرہ یہی ہے:اللّٰہ بس، ماسویٰ اللّٰہ ہوس
فقر ایک ایسی نایاب دولت ہے جسے ہر کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔
حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ چودہ طبق گھوم آئے، لیکن فقر نہ پا سکے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے بادشاہت ترک کی، تب جا کر فقر کی روشنی پائی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے نفس کی تہوں کو چاک کیا، لیکن فقر کو نہ پا سکے

حضرت رابعہ بصریؒ نے رات بھر عبادتوں سے وہ نور حاصل کیا جو فقر کا پہلا قدم تھا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ تو رحمِ مادر میں ہی فقیرِ کامل بن چکے تھے۔

آپ کے بارے میں فرمایا گیا: فقیر محی الدینؓ

فقر وہ مقام ہے جہاں نہ کشف و کرامت کی تلاش ہوتی ہے، نہ دنیاوی عبادتوں پر ناز۔

یہ نہ ظاہری لباس کا نام ہے، نہ فقہی علم یا وعظ کا۔ فقر صرف فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اے اللہ مجھے مسکین بنا، مسکینی کی موت دے، اور روزِ قیامت بھی مجھے مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔ یہ دعا فقر کی معراج ہے۔

فقر کے تین درجے ہیں:

1. ابتداء: علم، اشتیاق، خاموشی، درویشی
2. درمیان: فرق، مشاہدہ، مجذوبیت، ترکِ غیر اللہ
3. انتہاء: استغراق، فنا، بقا، وصالِ حق

فقیر کی پہچان یہ ہے کہ وہ جب اللہ کی طلب
میں خود کو گنوا بیٹھتا ہے، تو خودی مٹ جاتی
ہے۔
وہ کہتا ہے:
اہل دنیا دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔
اہل آخرت جنت و دوزخ کی باتیں کرتے ہیں۔
لیکن فقیر وہ ہوتا ہے جو صرف اللہ کی بات کرتا
ہے، اور بس۔
وہ دنیا کی لذتوں اور آخرت کی امیدوں کو چھوڑ
کر صرف وصالِ الٰہی کی چاہت رکھتا ہے۔
یہی ہے فقر – جو سخی سلطان سیّد چراغ شاہ
بخاریؒ نے اپنے فیض یافتگان میں منتقل فرمایا۔

🌹 اختتامیہ: گلزارِ چراغیہ 🌹

اَلحَمدُلِلّٰہ ثُمَّ اَلحَمدُلِلّٰہ
اللّٰہ ربُّ العزت کے بے پایاں فضل، حضور نبی کریم ﷺ کی عطا، اور میرے مرشد کریم حضرت سخی سلطان سیّد چراغ شاہ بخاریؒ کے روحانی فیضان کے طفیل یہ روح پرور کتاب "گلزارِ چراغیہ" اپنے اختتام کو پہنچی۔
یہ فقیرانہ کوشش "گلزارِ چراغیہ" کی شکل میں مکمل ہو گئی۔
یہ مجموعہ نہ تو کمالِ علم کا دعویٰ رکھتا ہے، نہ ہی کمالِ قلم کا؛ بلکہ یہ محض عشق، نسبت اور خلوص کی عاجزانہ پیشکش ہے۔
اگر اس گلزار میں کوئی خوشبو محسوس ہوئی، کوئی پیغامِ حق جاگا، یا کسی دل کو سکون ملا تو یہ سب میرے مرشد کریمؒ کا فیض ہے۔

اگر کسی مقام پر لفظ کمزور ہو گئے ہوں، بات ادھوری رہ گئی ہو، یا کہیں ترتیب میں کوئی خامی آ گئی ہو — تو یہ میری ناتواں عقل اور کمزور قلم کی کوتاہی ہے۔

میں ان تمام لغزشوں پر ربِّ کریم سے معافی کا
طلبگار ہوں، اور قارئینِ کرام سے درگزر کی امید
رکھتا ہوں۔

اگر کہیں خیر کی جھلک دکھائی دے، دل کو لگے،
آنکھ نم ہو یا سینہ منور ہو جائے — تو سمجھ
لیجیے کہ وہ میرے مرشد کریمؒ کا جلوہ ہے۔

یہ کتاب فیضانِ نظر سخی سلطان چراغؒ
کا عکس ہے۔
یہ چراغ، درِ محبوب پر جلے ہوئے دلوں کی
روشنی ہے،
یہ گلزار اُن اشکوں سے سیراب ہوا ہے جو فراق
میں بہتے رہے،
اور اُن سانسوں سے مہکا ہے جو ذکرِ حق میں گم
ہوتی گئیں۔
یہ تحریر اُس راستے کا نشان ہے جو اللّٰہ کی طرف
لے جاتا ہے۔
یہ اِن شَاءَاللّٰہ اُن طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کرے
گی جو اپنے مرشد کے دَر کو قبلہ جان کر فقر کے
حقیقی مفہوم سے روشناس ہونا چاہتے ہیں۔

کتاب کا ہر صفحہ، ہر سطر، ہر نکتہ ایک فقیر کے دل کی دھڑکن، ایک درویش کی آنکھ کی نمی، اور ایک چراغ کی لو ہے جو حق کی طرف بلا رہی ہے۔

اے ربِّ ذوالجلال
یہ چراغ تیرے ہی نور سے روشن ہے۔
یہ گلزار تیرے ہی فضل سے مہکا ہے۔
اس کتاب کے وسیلے سے اُن دلوں کو جگا دے
جو ابھی تک غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔
اے کریم ربّ
اس عاجز عاصی سیاہ کار کی اس ناتواں کاوش کو مرشدِ کریم سخی سلطان سید چراغ شاہ بخاریؒ کے صدقے اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرما اور اسے قیامت تک جاری رہنے والے فیض کا ذریعہ بنا دے۔
میں آپ سب سے دعا کا خواستگار ہوں کہ اللہ کریم اس ناچیز کو اخلاص عطا فرمائے، میرے مرشد کریمؒ کا فیض جاری رکھے، اور "گلزارِ چراغیہ" کو خلقِ خدا کے لیے ہدایت، راحت اور معرفت کا ذریعہ بنائے۔
آمین یا ربّ العالمین۔
وَالسّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدٰی